از تحقیقات و تعلیقات
الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ
الشیخ مصطفیٰ السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

تفسیرِ ابنِ کثیر

1 2 3 4 5 6



تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج و تحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

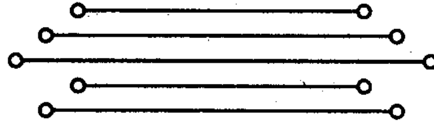


ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com



تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر سورہ انبیاء

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل' سورۂ کہف' سورۂ مریم' سورۂ طہٰ' سورۂ انبیاء عتاق اول سے ہیں اور یہی تلاوتی ہیں۔ [1]

رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ لگا۔ پھر وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں ○ ان کے دل بالکل غافل ہوتے ہیں' ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ یہ تم ہی جیسا انسان ہے' پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آ جاتے ہو؟ ○ پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو آسمان وزمین میں ہے بخوبی جانتا ہے وہ بہت ہی سننے والا اور پورا دانا ہے ○ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے' ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسا نشان لائے کہ جیسے اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے ○ ان سے پہلے جتنی بستیاں ہم نے اجاڑیں سب ایمان سے خالی تھیں' تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟ ○

قرب قیامت سے بھی انسانی غفلت کم نہ ہوئی: اللہ تعالیٰ عزوجل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں کام آئے۔ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ [2] امر رب آ گیا اب کیوں جلدی مچا رہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [3] الخ' قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ الانبیاء (٤٧٣٩)]

[2] [سورۃ النحل: آیت ١] [3] [سورۃ القمر: آیت ١-٢]

گیا۔ الخ۔ ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

اَلنَّاسُ فِیْ غَفَلَاتِهِمْ وَرُحَی الْمَنِیَّةِ تَطْحَنْ

''موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں''

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کر آئے انہوں نے بڑے اکرام اور احترام سے انہیں اپنے ہاں اتارا اور ان کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفارش کی۔ ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں وادی عطا فرما دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کریں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے۔ پھر آپ نے یہی ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ [1]

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام اللہ اور وحی الٰہی کی طرف کان ہی نہیں لگاتے۔ یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں۔ اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں۔ دل ہنسی کھیل میں مشغول ہیں۔ بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو کتاب اللہ میں بہت کچھ ردوبدل کر لیا تحریف اور تبدیلی کر لی، کمی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو اللہ کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہونے پائی۔ [2] یہ لوگ برائی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہاتے ہیں کہتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے۔ تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو؟ یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے، پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آجاتے ہیں؟ ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو بہتان باندھتے ہیں ان سے کہئے کہ جو اللہ آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا۔ اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے۔ وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے۔ پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے۔

پھر کفار کی ضد، ناسمجھی، اور کٹ حجتی کا بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر

---

[1] [ضعیف: یہ روایت دو ضعیف راویوں' موسیٰ بن عبیدہ اور عبدالرحمٰن بن زید' کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [دیکھئے: میزان الاعتدال (۲/۲۵٦)، (۲/۵٦٤)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری : کتاب التوحید : باب قول اللہ تعالی کل یوم هو فی شان (۷۵۲۳) و کتاب الاعتصام : باب لا تسئلوا اهل الکتاب عن شیء (۷۳٦۳)]

جم نہیں سکتے۔ کبھی کلام اللہ کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت ﷺ کا از خود گھڑ لیا ہوا بتاتے ہیں۔ خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر چڑھے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح علیہ السلام کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا۔ بے شک اللہ ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت الٰہی کی طرح عذاب الٰہی میں پکڑ لئے جائیں گے اور پیس دیئے جائیں گے۔ عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیئے گئے۔ اسی طرح یہ بھی ایسے معجزہ طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے۔

جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ [1] الخ، جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں، ایمان قبول نہ کریں گے۔ ہاں عذاب الیم کے معائنہ کے بعد تو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کے بے شمار معجزات روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ بلکہ آپ کے یہ معجزے دیگر انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم کی ایک غریب روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مجمع مسجد میں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے اتنے میں عبداللہ بن سلول منافق آیا۔ اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا۔ تھا بھی گورا چٹا بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم حضور ﷺ سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام نشانات لائے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام تختیاں لائے، داؤد علیہ السلام زبور لائے، صالح علیہ السلام اونٹنی لائے، عیسیٰ علیہ السلام انجیل لائے اور آسمانی دستر خوان۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس منافق کی فریاد دربار رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو! میرے لئے کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ صرف اللہ ہی کیلئے کھڑے ہوا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ﷺ ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کو ظاہر کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام پہنچا دوں۔ مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ محض بے پڑھا ہوں۔ میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ میرا نام اذان میں رکھا ہے میری حمد فرشتوں سے کرائی ہے۔ مجھے اپنی امداد ونصرت عطا فرمائی ہے رعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے۔ مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۹۶-۹۷]

اور حوضوں سے بڑا ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے مجھے اللہ نے اس پہلے گروہ میں چنا ہے جو لوگوں سے نکلے گا۔ میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالا خانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہوگی۔ میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ میرے اور میری امت کے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ (1)

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝
ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

تجھ سے پہلے جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے' سبھی مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو تو ○ ہم نے انہیں ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے ان سے کئے ہوئے سب وعدے سچے کئے انہیں اور جن جن کو ہم نے چاہا نجات عطا فرمائی اور حد سے نکل جانے والوں کو غارت کر دیا ○

مشرکین کا انکار کہ کوئی انسان پیغمبر ہو: چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان اللہ کا رسول ہو اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ (2) یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (3) یعنی کہہ دے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں ہی نہیں۔ ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے برتنے کا یہی حیلہ اٹھایا تھا جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا ﴿ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ﴾ (4) کیا انسان ہمارا رہبر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرانیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یا فرشتے؟ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ سکیں' ان کی تعلیم حاصل کر سکیں اور ان کی باتیں سمجھ سکیں۔ کیا وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جسم کے نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔

---

(1) [ضعیف : اس میں ابن لہیعہ ضعیف اور ایک راوی مجہول ہے۔]

(2) [یوسف: ۱۰۹] (3) [الاحقاف: ۹] (4) [التغابن: ۶]

جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [1] یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں آمدورفت بھی کرتے تھے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج بیوپار تجارت کے لئے بازاروں میں بھی آنا جانا رکھتے تھے پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا ﴿ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [2] الخ، یعنی یہ رسول کیسا ہے۔ جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ اس کے دین کی تبلیغ کرتا اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں کر دیا جاتا یا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ بافراغت کھا پی لیتا۔ الخ، اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ﴾ [3] یعنی تجھ سے پہلے ہم نے کسی انسان کو دوام نہیں بخشا۔ ان کے پاس البتہ وحی الٰہی آتی رہی فرشتہ اللہ کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور وہ نجات پا گئے۔ ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گزر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (10) وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ (11) فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ (12) لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔــلُوْنَ ۝ (13) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (14) فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ (15)

یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے ○ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ستم گار تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کر دیں ○ جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے ○ بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی تھی وہیں واپس لوٹو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تاکہ تم سے سوال تو کر لیا جائے ○ کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بے شک تھے تو ستم گار ○ پھر تو ان کا یہی قول رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں جڑ سے کٹے ہوئے اور بجھے پڑے ہوئے کر دیا ○

قدر و منزلت والی کتاب: اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا

---

[1] [الفرقان: ۲۰]
[2] [الفرقان: ۷،۸]
[3] [سورۃ الانبیاء: آیت ۳۴]

دین، تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں۔ [1] پھر تعجب ہے اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے ؟ اور اس اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ [2] الخ، تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کیے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کو پیس کر رکھ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ [3]

اور آیت میں ہے [4] کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اتنی رونق پر تھیں لیکن وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا' بھس اڑا دیا' آبادی ویرانی سے اور رونق سنسان سناٹے میں بدل گئی۔ ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنا دیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذابوں کو آتا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اللہ کے عذاب آ گئے۔ تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے۔ لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آ جاؤ تا کہ تم سے سوال و جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہو گا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت اقرار بالکل بے نفع ہے۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبا دی جائے اور یہ مسل دیئے جائیں۔ ان کا چلنا پھرنا' آنا جانا' بولنا چالنا بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کچھ ہنسی کھیل کرنے کے لئے نہیں بنایا ○ اگر ہم یونہی کھیل تماشے کا ہی ارادہ کرتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے لیکن ہم کرنے والے ہی نہیں ○ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے' تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لئے باعث خرابی ہیں ○ آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے' جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (٦١١/٢١)]
[2] [سورة الزخرف: آیت ٤٤]
[3] [سورة الاسراء: آیت ١٧]
[4] سورة الحج: آیت ٤٥]

آسمان وزمین کی پیدائش بیکار نہیں: آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے۔ اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں [1] اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ [2] دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اسے بنا لیتے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ لھو کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں۔ [3] یعنی اگر ہم بیوی بنانا چاہتے تو عورت میں سے جو ہمارے پاس ہے کسی کو بنا لیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اگر اولاد چاہتے تو۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ [4] الخ، یعنی اگر اللہ کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے۔ اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام اس کا بیٹا ہے نہ عزیر۔ نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں یہودیوں اور کفار مکہ کی ان لغویات اور تہمت سے اللہ واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے۔

﴿اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ میں ((اِنْ)) کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ [5] بلکہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ "ان" نفی کے لئے ہی ہے۔ [6]

حق کے ساتھ باطل کا خاتمہ: ہم حق کو واضح کرتے ہیں، اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے، ٹوٹ کر چورا ہو جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے۔ وہ ہے بھی اسی لائق، وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے۔ اللہ کے لئے جو لوگ اولادیں ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس واہی قول کی وجہ سے ان کے لئے ویل ہے انہیں پوری خرابی ہے۔

فرشتے اللہ کی لڑکیاں نہیں: پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم اللہ کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور اللہ کی الوہیت کی عظمت دیکھو آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے۔ فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔ ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بندہ رب ہونے سے شرم، نہ فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے عار نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے یا عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں، گھبراتے بھی نہیں، سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ دن رات اللہ کی فرماں برداری میں، اس کی عبادت

---

[1] [سورہ ص: آیت ۲۷]
[2] سورة الانبياء: آيت ۱۷]
[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (۱۸/ ٤٢٠)]
[4] [سورة الزمر: آيت ٤]
[5] [تفسير ابن جرير الطبرى (۱۸/ ٤٢١)]
[6] [الدر المنثور للسيوطى (٥/ ٦٢٠)]

ہیں اس کی تسبیح و اطاعت میں لگے ہوئے ہیں نیت اور عمل دونوں موجود ہیں۔ اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے مجمع میں تھے کہ فرمایا لوگو! جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت ﷺ ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چرچرانا ہی چاہئے اس لئے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو۔ [1] عبداللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں میں حضرت کعب احبار رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چالنا اللہ کا پیغام لے کر جانا عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونکے ہو کر آپ نے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبدالمطلب میں سے ہے آپ نے میری پیشانی چوم لی پیارے بچے تسبیح ان فرشتوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا۔ دیکھو چلتے پھرتے بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔ [2]

أَمِ اتَّخَذُوٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا
اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ
وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴿٢٣﴾

ان لوگوں نے جنہیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟ ○ اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور معبود بھی ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے اللہ تعالیٰ عرش کا رب اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں ○ کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے اور اسکے سوا کوئی نہیں جس سے باز پرس نہ کی جاتی ہو ○

اگر دوسرا معبود ہوتا تو فساد ہوتا: شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے۔ کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کے برابر ماننا یا ان کی بھی عبادت کرنا کس قدر ناانصافی ہے؟ پھر فرماتا ہے سنو! اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے الٰہ ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین و آسمان تباہ ہو جائیں جیسے فرمان ہے ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ﴾ [3] الخ' اللہ کی اولاد نہیں' نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے جو اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوق کو لئے پھرتا اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرا اور منزہ ہے۔

---

[1] [**صحیح**: ابن نصر فی الصلاة (۱/۲۵۸)] شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (۱۰۶۰)]

[2] [تفسير ابن جرير الطبری (۱۲/۱۷) ابو الشيخ فی العظمة (۷۳۸/۲) بيهقی فی الشعب (۱۶۰)]

[3] [المومنون: ۹۱]

یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے۔اسی طرح شریک اور ساجھی سے' مثل اور ساتھی سے بھی بلند و بالا ہے۔ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے اللہ کی ذات برتر ہے۔اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے' اس پر کوئی حاکم نہیں۔سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں۔نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے۔اس کی کبریائی اور عظمت' جلال اور حکمت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں۔کوئی نہیں جو چوں کرے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چراں کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا' ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی وہ باز پرس کرے گا۔جیسے فرمان ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ [1] الخ' تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل کے متعلق جو انہوں نے کیا۔وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب کے شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔ [2]

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ ان سے کہہ دو کہ لاؤ اپنی دلیل پیش کرو' یہ ہے میرے ساتھ والوں کی دلیل اور مجھ سے اگلوں کی دلیل' بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں ○ تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی وحی فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو ○

غیر اللہ کو پکارنے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں: ان لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اس میں سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام اللہ موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام الہامی کتابیں اس کی دلیل میں با آواز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف میں ہیں۔جو کتاب جس پیغمبر پر اتری اس میں یہ بیان موجود رہا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور اللہ کی باتوں سے منکر ہیں۔تمام رسولوں کی توحید الٰہی کی ہی تلقین ہوتی رہی۔فرمان ہے ﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا﴾ [3] الخ'

[1] [الحجر: ۹۲،۹۳] [2] [المومنون: ۸۸]

[3] [سورۃ الزخرف: آیت ۴۵]

تجھ سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں تو خود پوچھ لے کہ ہم نے ان کیلئے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں؟

اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [1] ہم نے ہر امت میں اپنا پیغمبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ پس انبیاء علیہم السلام کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت اللہ بھی اسی کی شاھد ہے۔ اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی ساری حجتیں بیکار ہیں اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے سخت عذاب ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ ۞ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾

مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے' غلط ہے۔ اللہ پاک ہے' بلکہ وہ سب اس کے ذی عزت بندے ہیں ○ کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں ○ وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ تو خود ہیبت اللہ سے لرزاں و ترساں ہیں ○ ان میں سے اگر کوئی بھی کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں لائق عبادت ہوں تو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں' ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ○

فرشتے اور ان کے چند اوصاف: کفار مکہ کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے' فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں' بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں قولاً اور فعلاً ہر وقت اطاعت الٰہی میں مشغول ہیں۔ نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں' نہ کسی بات میں اس کے فرمان کا خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوڑ کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں۔ اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں آگے پیچھے' دائیں بائیں کا اسے علم ہے ذرے ذرے کا وہ دانا۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ اللہ کے کسی مجرم کی اللہ کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لئے لب ہلا سکیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [2] وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے؟۔

اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ [3] یعنی اس کے پاس کسی کی

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۳۶]　[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۲۵۵]

[3] [سورہ سبا: آیت ۲۳]

شفاعت اس کی اپنی اجازت کے بغیر چل نہیں سکتی۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت الٰہی سے ہیبت رب سے لرزاں وترساں رہا کرتے ہیں۔ اور ان میں سے جو بھی خدائی کا دعویٰ کرے ہم اسے جہنم واصل کر دیں ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں یہ بات بطور شرط ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان الٰہ میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے۔ اسی طرح کی آیت ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ [1] اور ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾ [2] الخ ہے۔ پس نہ تو رحمٰن کی اولاد نہ نبی کریم ﷺ سے شرک ممکن۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین منہ بند ملے جلے تھے۔ پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا جدا کیا' اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا' کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے ○ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تا کہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں ○ آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے' لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے ○ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے' ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں ○

قدرت الٰہی کا بیان: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے۔ فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو؟ ابتداءً میں زمین وآسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکم سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختار قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے ؟ ؎

فَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ   تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ وَاحِدٌ

---

[1] [سورۃ الزخرف: آیت ۸۱]   [2] [سورۃ الزمر: آیت ۶۵]

یعنی ہر چیز میں اللہ کی حکمرانی اور اس کی واحدانیت کا نشان موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہو گیا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ [1] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی، نہ پیداوار اگتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جرأت بڑھ گئی ہو؟ لیکن آج وہ وسوسہ دل سے اتر رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے۔ زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمہ اللہ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دی گئی پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ [2] اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ [3] زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تاکہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ باآسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٨/٤٣٣)]

[2] [**صحیح** : مسند احمد (٢/٢٩٥) صحیح ابن حبان (٦/٢٩٩) مستدرك حاكم (٤/١٦٠) ابو نعیم فی الحلیة (٩/٥٩)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابو میمونہ کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (٥/١٦)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٩٣٢)] البتہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [**صحیح** : مسند احمد (٢/٤٩٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٠٣٩٩)]

شان الٰہی دیکھئے اس حصے میں اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت والے اور کشادگی والے ہیں [1] فرماتا ہے قسم آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ [2] ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیف کا بنایا ہے اور کس طرح کی زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ [3] بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسلام کی بنیادیں پانچ ہیں [4] جیسے ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے۔ یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلند و بالا اور صاف ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے۔ [5] یہ روایت سنداً غریب ہے۔

لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے آسمان وزمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ [6] کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ نے قائم کر رکھا ہے۔ پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے۔ اس کی موجودگی دن ہے اس کا نظر نہ آنا رات ہے۔ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں قیاس آرائیاں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹا لی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا فرمایا بس یہی سبب ہے۔ [7] پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی

---

[1] [الذریات: ٤٧] [2] [الشمس: ٥] [3] [ق: ٦]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب دعاء کم ایمانکم (٨) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان ارکان الاسلام (١٦)]

[5] ابو الشیخ فی العظمۃ (٥٤١)] [6] [سورہ یوسف: آیت ١٠٥]

[7] [ابن ابی الدنیا فی التفکر والاعتبار]

روشنی پر نظر ڈالو پھر ایک کے بعد دوسرے کا بڑھنا دیکھو' سورج چاند کو دیکھو۔ سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان' اس کا زمانہ' اس کی حرکت' اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے' فلک الگ ہے' چال الگ ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے [1] اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے۔ جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے۔ وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم علم والا ہے۔ [2]

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾

تجھ سے پہلے کے کسی انسان کو بھی ہم نے دوام اور ہمیشگی نہیں دی' کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے؟○ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں' تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے○

خضر علیہ السلام کی وفات پر استدلال: جتنے لوگ ہوئے سب کو ہی موت ایک روز ختم کرنے والی ہے۔ تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں۔ ہاں رب کی جلال واکرام والی ذات ہی ہمیشہ اور لازوال ہے [3] اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام مر گئے۔ یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے کسی کو بجز ذات باری کے دوام نہیں۔ کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزومند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں؟ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے بھلائی برائی سے' سکھ دکھ سے' مٹھاس کڑواہٹ سے' کشادگی تنگی ہم اپنے بندوں کو آزما لیتے ہیں تاکہ شکرگزار اور ناشکری اور ناامید کھل جائے صحت و بیماری' تونگری' فقیری' سختی' نرمی' حلال' حرام' ہدایت' گمراہی' اطاعت' معصیت' [4] یہ سب آزمائشیں ہیں' اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں۔ تمہارا سب کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا۔ بروں کو سزا نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ۗ أَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَأُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٣٧﴾

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۲۰)]
[2] [سورۃ الانعام: آیت ۹۶]
[3] [سورۃ الرحمن: آیت ۲۶،۲۷]
[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۴۰)]

یہ منکر تجھے جب بھی دیکھتے ہیں مخول میں اڑانے لگتے ہیں' کہ کیا یہی وہ ہے؟ جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کیا کرتا ہے؟ اور وہ خود ہی رحمٰن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں○ انسان کی جبلت میں جلد بازی رکھی گئی ہے' میں تمہیں اپنے نشانیاں جلد ہی دکھاؤں گا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو○

انسان کی جبلت میں جلد بازی: ابوجہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے۔ کہنے لگے لو میاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بتاتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمٰن کے منکر ہیں۔ اللہ کے منکر' رسول کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے ﴿اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ [1] یعنی وہ تو کہیے ہم جم رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے پرانے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی خیر انہیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا؟ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ [2] حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر آنکھ اور زبان میں جب روح آ گئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی پیدائش مکمل ہو جائے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں داخل ہوئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہوگی اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے وہ ساعت کون سی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ [3] پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی عجلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لئے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے۔ لیکن عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی

[1] [سورۃ الفرقان: آیت ٤٢]

[2] [سورۃ الاسراء: آیت ١١]

[3] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الجمعة: باب فضل یوم الجمعه ولیلة الجمعة (١٠٤٦) نسائی: کتاب الجمعة: باب ذکر الساعة التی یستجاب فیها الدعاء یوم الجمعة (١٤٣١) ترمذی: کتاب الجمعة: باب ما جآء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة (٤٩١) مستدرك حاكم (٢٧٨/١) صحیح ابن حبان (٢٧٧٢) مسند احمد (٤٨٦/٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

ہے۔ میرے نبی ﷺ کو مذاق میں اڑانے والوں کی کس طرح کھال ادھڑتی ہے تم ابھی دیکھ لو گے۔ جلدی نہ مچاؤ' دیر ہے اندھیر نہیں' مہلت ہے بھول نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾

کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتادو کہ یہ وعدہ کب ہے؟ ○ کاش کہ یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر لوگ آگ کو اپنے چہروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی کمروں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ ہاں ہاں وعدے کی گھڑی ان کے پاس اچانک آجائے گی اور انہیں ہکا بکا کردے گی نہ تو یہ لوگ اسے ٹال سکیں گے اور نہ ذرا سی مہلت دیئے جائیں گے ○

عذاب الٰہی کے طلبگار: عذاب الٰہی کو' قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرأت سے کہتے تھے کہ بتاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے اس وقت عذاب الٰہی اوپر تلے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے'[1] طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے اللہ کا عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے' ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے۔ جہنم اچانک دبوچ لے گی۔ اس وقت حیران و ششدر رہ جاؤ گے' مبہوت اور بے ہوش ہو جاؤ گے' حیران پریشان ہو جاؤ گے۔ کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اسے دفع کرو' اس سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور نہ مہلت ملے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾

ع۳

تجھ سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی مذاق کیا گیا پس ہنسی کرنے والوں پر ہی وہ چیز الٹ پڑی جس کی ہنسی کر رہے تھے۔ پوچھ تو کہ اللہ کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے ٹال مٹول کرنے والے ہیں ○ کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے بچالیں' کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت کیا جاتا ہے ○

انبیاء کی تکذیب کفار کی پرانی عادت: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ۴۱]

رہا ہے، مذاق میں اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا، کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخر عذابوں میں پھنس گئے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا﴾ [1] الخ، تجھ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔ پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں۔ من الرحمٰن کا معنی رحمٰن کے بدلے یعنی رحمٰن کے سوا ہیں۔ عربی شعروں میں بھی من بدل کے معنی میں ہے۔

اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو اللہ کے ہر ایک احسان کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو اللہ کے سوا ہیں، انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں؟ یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے۔ بلکہ ان کے معبودان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں۔ بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے۔ ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ
الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ
لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى
بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝

بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدوں پر فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گزر گئی۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں، اب کیا وہی غالب ہیں ○ کہہ دے کہ میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ساتھ آگاہ کر رہا ہوں۔ بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انہیں آگاہ کیا جائے ○ اگر انہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھانپ بھی لگ جائے تو پکار اٹھتے ہیں ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے ○ ہم درمیان میں لا رکھیں گے عدل کے ترازو کو قیامت کے دن پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ ایک رائی کے دانے کے برابر جو عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے ○

کفار کے گمراہی پر جمے رہنے کی وجہ: کافروں کے کینہ کی اور اپنی گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ

[1] [سورۃ الانعام: آیت ٣٤]

انہیں کھانے پینے کو ملتا رہا لمبی لمبی عمریں ملیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوت اللہ کو پسند ہیں اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیوں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیامیٹ کر دیں؟ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی کیے گئے ہیں جو سورۂ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ [1] الخ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمہیں دکھا دیں تا کہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آ جائیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں۔ [2] کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر دیا اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیامیٹ کر دیا اور اپنے مومنوں کو نجات دے دی۔ کیا اب بھی یہ لوگ اپنے آپ کو غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں' ذلیل ہیں' رذیل ہیں' نقصان میں ہیں' بربادی کے ماتحت ہیں میں تو اللہ کی طرف سے مبلغ ہوں' جن جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کا کہا ہوا ہے۔ ہاں جن کی آنکھیں اللہ نے اندھی کر دی ہیں' جن کے دل ودماغ بند کر دیئے ہیں انہیں اللہ کی یہ باتیں سود مند نہیں پڑتیں۔ بہروں کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گنہگاروں پر اک ادنیٰ سا بھی عذاب آ جائے تو واویلا کرنے لگتے ہیں اور اسی وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم کیا جائے گا۔ یہ ترازو ایک ہی ہوگا لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے۔ اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ [3] اس لئے کہ حساب لینے والا خود اللہ ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لئے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔

اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ فرمان ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ [4] الخ اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا' نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بیٹے ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں وہ اللہ اسے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے۔ میزان میں وزن دار ہیں اور اللہ کو بہت پیارے ہیں ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴾۔ [5]

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل

---

[1] [سورۃ الاحقاف: آیت ۲۷]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱/ ۴۹۴)]
[3] [سورۃ الکہف: آیت ۴۹]
[4] [سورۃ النساء: آیت ۴۰]
[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول الله تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ ( ) صحیح مسلم: کتاب الذکر و الدعا: باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء (۲۶۹۵) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۴۶۷) ابن ماجہ: کتاب الادب (۳۸۰۶) مسند احمد (۲/ ۲۳۲)]

محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سو دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کئے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظلماً لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا کہے گا اے اللہ کوئی نہیں۔ پروردگار فرمائے گا کیوں نہیں؟ بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا اے اللہ یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا کرے گا؟ جناب باری فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچے کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے گا۔ یہ جھک جائے گا اور وہ اونچے ہو جائیں گے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔

ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی روایت ہے۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب ترازو رکھے جائیں گے پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی کہ اللہ کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ﴾ ہوگا وہ اس شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا۔ [2]

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں، میری خیانت بھی کرتے ہیں، میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور برا بھلا کہتا ہوں۔ اب فرمایئے میرا ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان کی خیانت، نافرمانی، جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا مارنا پیٹنا برا کہنا بھی۔ اگر تیری سزا ان کی خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا۔ نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے اللہ کا فضل وکرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھ سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا

---

[1] [صحیح : ترمذی : كتاب الايمان : باب ما جآء فيمن يموت وهو يشهد ان لا اله الا الله (٢٦٣٩) ابن ماجه : كتاب الزهد باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة (٤٣٠٠) مسند احمد (٢/٢١٣) صحيح ابن حبان (٢٢٥) مستدرك حاكم (٦/١)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی]

[2] [حسن : مسند احمد (٢/٢٢١-٢٢٢) مجمع الزوائد (١٠/٨٥)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٧٠٦٦)]

اسے کیا ہو گیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ الخ' یہ سن کر اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان معاملات کو سن کر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان تمام غلاموں کو آزاد کر دوں۔ آپ گواہ رہیئے یہ سب اللہ کی راہ میں آزاد ہیں۔ [1]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و پند والی کتاب عطا فرمائی تھی ○ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت کا کھٹکا رکھنے والے ہیں ○ اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم ہی نے نازل فرمایا ہے' کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو؟ ○

موسیٰ علیہ السلام کو فرقان کی عطائیگی: ہم پہلے اس بات کو جتا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اکثر ملا جلا آتا ہے اور اسی طرح تورات اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فرقان سے مراد کتاب [2] یعنی تورات ہے جو حق و باطل' حرام حلال میں فرق کرنے والی تھی۔ [3] اسی سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو مدد ملی کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل' ہدایت و گمراہی' بھلائی برائی' حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں ان سے دلوں میں نورانیت' اعمال میں حقانیت' اللہ کا ڈر اور نور و روشنی حاصل ہوتی ہے پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے اللہ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ [4] جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں' ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ [5]

ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں۔ اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اترا ہے۔ افسوس! کیا اس قدر وضاحت و حقانیت' صداقت و نورانیت والا قرآن اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے رہو؟

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ الانبیاء (۳۱۶۵) مسند احمد (۶/ ۲۸۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی (۲۵۳۱) صحیح الترغیب والترھیب (۳۶۰۶) صحیح الجامع الصغیر (۸۰۳۹)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ۴۵۳)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ۴۵۳)]

[4] [سورۂ ق: آیت ۳۳]

[5] [سورۃ الملك: آیت ۱۲]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۡۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٦﴾

یقیناً ہم نے ابراہیم کو چھٹپنے (بچپن) میں ہی ان کی راہ یابی دے رکھی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی باخبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہیں کیا؟ ○ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ○ آپ نے فرمایا پھر تم آپ اور تمہارے باپ دادا بھی سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ○ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں؟ یا یونہی کھیل بازی کر رہے ہیں؟ ○ آپ نے فرمایا نہیں نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں ○

ابراہیم علیہ السلام کو بچپن میں ہی رشد و ہدایت: فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن سے ہی ہدایت عطا فرمائی تھی۔ انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سمجھائی تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ﴾ [1] یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تا کہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں۔ یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کے والد نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات الٰہی پر خصوصاً تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر اللہ کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب و سنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو موافقت و مخالفت کچھ نہ ہو گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کر سکتے ہیں نہ غلط۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع، کامل و شامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی۔ ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیل روایتوں کو وارد نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا، وہ سچ

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۸۳]

جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے' ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ رحمہم اللہ نے تشریح کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے۔ بچپنے میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو ناپسند فرمایا۔ اور نہایت جرأت سے اس کا سخت انکار کیا اور قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے اردگرد مجمع لگا کر کیا بیٹھے ہو۔

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ راہ سے گزر رہے تھے جو دیکھا کر شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں۔ آپ نے یہی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتے ہوئے انگارے لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے؟ کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے' باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ! یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ بھلائی بننے سے رہی؟ میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادا سبھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقل مندوں کی توہین دیکھی' اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے والے کلمات سنے' اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو؟ ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان و زمین ہی ہے۔ تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے' تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک۔ پھر معبود مسجود کیسے ہو گئے؟ میری گواہی ہے کہ خالق و مالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اس کے سوا کوئی رب نہ معبود۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کا علاج تمہارے پیٹھ پھیر کر جا چکنے کے بعد ضرور کروں گا ○ پھر تو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لئے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں ○ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے ○ بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تو سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ○ سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تاکہ سب دیکھیں ○ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ ○ آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم اپنے ان معبودوں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں ○

بتوں کوتوڑ ڈالا: اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا۔ اور جذبہ توحید میں آکر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا۔ اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لئے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کردوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن بیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو لے کر چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا۔ باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لئے آگے بڑھ گئے اور جو لوگ راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟

جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں۔ جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے بڑے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے معبودوں کی مرمت کردوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا۔ جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال آئے کہ شاید اس بڑے بت نے ان چھوٹے بتوں کو غارت کر دیا ہوگا۔ کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے۔ چنانچہ اس خیال کی پختگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ جیسے کہ مروی ہے۔

جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے معبود منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی حالت سے وہ بتا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان، بے نفع و نقصان، ذلیل و حقیر چیز ہیں۔ اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بے وقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے۔ لیکن ان بیوقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟

اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا، انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے معبودوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان۔ جو عالم بنا جوان۔ [1] شان الٰہی دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کو سزا دو۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطیاں ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں؟ کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے چنانچہ مجمع ہوا۔ سب چھوٹے بڑے آ گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی

---

[1] [ضعیف : اس کی سند میں قابوس راوی کو اہل علم ضعیف کہتے ہیں۔]

حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان معبودوں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے ٹکڑے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل الٰہی پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں دو تو راہ اللہ ہیں۔ ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں۔ [1] اور ایک مرتبہ حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی۔ کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے۔ بادشاہ نے جھٹ سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے اس نے کہا اسے بادشاہ کے دربار میں بھیجو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو! اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتا چکا ہوں اگر تم سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو، روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہاں سے چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت اللہ کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے۔ گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا وہیں پھر عذاب الٰہی آ پہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے در پے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹتے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ کو لایا ہے جا اسے نکال کر ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے۔ اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت حاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ کہو کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لئے آ گئیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ یہ ہیں تمہاری اماں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔ [2]

---

[1] [سورۃ الصافات: آیت ۸۹]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیآء: باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (۳۳۵۸) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب من فضائل ابراھیم الخلیل (۲۳۷۱)]

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو○ پھر سر ڈال کر کچھ سوچ ساچ کر باوجود قائل ہو جانے کے کہنے لگے کہ یہ تو تجھے ہی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں○ خلیل اللہ نے اسی وقت فرمایا افسوس کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان○ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو' کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟○

ابراہیم علیہ السلام اور قوم کے درمیان گفتگو: بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا اپنے آپ کو اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے' سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی' اپنے معبودوں کے پاس کسی کو حفاظت کے لئے نہ چھوڑا اور چل دیئے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو کچھ ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں یہ بت بے زبان ہیں؟ عاجزی' حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو خاصا موقعہ مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی؟ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر۔ آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور اللہ واحد کو چھوڑ دیا جائے؟ یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔ (1)

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ۚ

کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو۔ ہم نے فرما دیا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا○ گو انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ہی نقصان پانے والا کر دیا○

آگ میں پھینک دیا گیا: یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے لاجواب ہو جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان معبودوں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں

---

(1) [سورة الانعام : آیت ۸۳]

تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے اسے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا اب گھبرائے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھولا کر پھینک دو۔ [1] مروی ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا ﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے یہی پڑھا تھا۔ [2]

یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔ [3] مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تیری ذات پاک ہے، تمام حمد وثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک وساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔ واللہ اعلم۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر پانی برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم الٰہی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی [4]

حضرت کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوتیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہیں لگی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل اللہ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی [5] اس

---

[1] [تفسیر قرطبی (۳۰۳/۱۱)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قوله الذین قال لهم الناس (۴۵۶۳)]

[3] [ضعیف: مسند بزار: کتاب علامات النبوة: باب ابراهیم الخلیل (۲۳۴۹) دارمی فی الرد علی الجهمیة (۷۵) ابو نعیم فی الحلیة (۱۹/۱)] اس کی سند میں عاصم بن عمر راوی ہے جسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۳۷۶۶) میزان (۸۳۲۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ [السلسلة الضعیفة (۱۲۱۶) ضعیف الجامع الصغیر (۴۷۶۷)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۶۶/۱۸)] [5] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۶۶/۱۸)]

لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ سلامتی بن جا۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی فرماتے ہیں سایہ یا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت و سرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ (2) حضرت زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے۔ یہ اور پھونک رہا تھا، پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ (3) پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا۔ کافروں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا۔ ادھر خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آ پڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔

وَنَجَّيْنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعَٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَٰلِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ ٱلْخَيْرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ ٱلزَّكَوٰةِ ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا عَٰبِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَلُوطًا ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَٰهُ مِنَ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَت تَّعْمَلُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ قَوْمَ سَوْءٍ فَٰسِقِينَ ﴿٧٤﴾ وَأَدْخَلْنَٰهُ فِى رَحْمَتِنَآ ۖ إِنَّهُۥ مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾

---

(1) [الدر المنثور للسیوطی (٥٧٩/٤)] (2) [تفسیر ابن جریر الطبری (٤٦٧/١٨)]

(3) **[صحیح لغیرہ]**: ابن ماجہ: کتاب الصید: باب قتل الوزغ (٣٢٣١) نسائی (١٨٩/٥) مسند احمد (٨٣/٦) مسند ابو یعلی (٣١٨/٧) صحیح ابن حبان (٤٤٧/١٢)] حافظ بوصیریؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٢٥٦٤٣)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، صحیح الترغیب (٢٩٨٠)]

ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی ○ اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا' اور یعقوب اور زیادہ دیا' اور ہر ایک کو ہم نے نیک کار کیا ○ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ کے دینے کی وحی کی' اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے ○ ہم نے لوط کو بھی حکمت و علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے' اور تھے بھی بدترین گنہگار ○ اور ہم نے لوط کو اپنی مہربانیوں میں داخل کیا بے شک وہ نیک کار لوگوں میں سے تھا ○

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کافروں کی آگ سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا۔ شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے۔ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے' یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب احبار آپ حران کی طرف گئے تھے۔ یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس قرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں نکل چلے انہی کا نام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ہجرت مکے شریف میں ختم ہوئی۔

مکے ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے' جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس میں آ جانے والا امن و سلامتی میں آ جاتا ہے [1] پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا۔ یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے ﴿فَبَشَّرْنٰـهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾ [2] چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام کے سوال میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾ [3] اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیکوکار بنایا ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم الٰہی خلق اللہ کو راہ حق کی دعوت دیتے رہے ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لوط علیہ السلام بن ہاران بن آزر۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری

---

[1] [سورہ آل عمران: آیت ۹۶،۹۷]

[2] [سورہ ہود: آیت ۷۱]

[3] [الصافات: ۱۰۰]

میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی ۔ جیسے کلام اللہ شریف میں ہے ﴿فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ﴾ [1] الخ، حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا۔ اور سدوم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا مخالفت پر کمربستگی کرلی۔ جس کے باعث عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور فنا کردیئے گئے، جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دے دی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکوکار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔

وَ نُوۡحًا اِذۡ نَادٰی مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرۡنٰهُ مِنَ الۡقَوۡمِ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمَ سَوۡءٍ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۷۷﴾

نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے ان پر ہم نے اس کی مدد کی، یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے سب کو ڈبو دیا ○

نوح علیہ السلام کی دعا: نوح نبی علیہ السلام کو ان کی قوم نے ستایا، تکلیفیں دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ! میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما۔ [2] زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے۔ اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر ہوں گی۔ [3] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی۔ اور آپ کی اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے۔ آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی۔ [4] قوم کی سختی، ایذادہی، اور تکلیف سے اللہ عالم نے اپنے نبی کو بچا لیا۔ ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک وکفر سے باز نہ آئے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو اذیت کے لئے بھڑکاتے رہے۔ ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذارسانی سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔

---

[1] [العنکبوت: ۲٦]

[2] [القمر: ۱۰]

[3] [نوح: ۲٦،۲۷]

[4] [هود: ٤۰]

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾

داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب کہ وہ کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں اس میں چر چگ گئی تھیں' ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے ○ اور ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا' ہاں ہر ایک کو ہم نے حکمت وعلم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی' ہم کرنے والے ہی تھے ○ اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تا کہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو' کیا اب بھی تم شکر گزار بنو گے؟ ○ ہم نے تیز وتند ہواؤں کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھیں جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی' اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں ○ اسی طرح ہم نے بہت سے شیطان بھی اس کے تابع کئے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے' ان کے نگہبان ہم ہی تھے ○

داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے فیصلے میں اختلاف: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے [1] ﴿نَفَشَتْ﴾ کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے۔ اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں ﴿هَمَل﴾ کہتے ہیں [2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام! اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھے تو باغ والے کو اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سونپ دے یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ [3]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا منہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ٤٧٥)]
[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ٤٧٧)]
[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/ ٤٧٥)]

انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھا لئے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اسی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا۔ پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تب تو کوئی معاوضہ نہیں۔ اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [1]

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت باغ کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانور والوں پر ہے۔ [2] اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں اور ہم نے کتاب الاحکام میں اللہ کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کردی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ سے جب قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن رحمہ اللہ کے پاس آئے اور رو دیئے۔ پوچھا کہ اے ابوسعید! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا۔ حضرت حسن یہ سن کر فرمانے لگے سنو! اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قضاء کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب ہوتے ہیں' ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کی مذمت بیان نہیں فرمائی۔ پھر فرمانے لگے سنو تین باتوں کا عہد اللہ نے قاضیوں سے لیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ منصفین احکام شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں' دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں' تیسرے یہ کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [3] یعنی اے داؤد علیہ السلام ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۴۷۹)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۵/۴۳۵)، (۵/۴۳۶) ابوداؤد : کتاب البیوع : باب المواشی تفسد زرع قوم (۳۵۷۰)، (۳۵۶۹) ابن ماجه : کتاب الاحکام : باب الحکم فیما افسدت المواشی (۲۳۳۲) ابن الجارود (۷۹۶) مستدرك حاكم (۲/۴۷) بیهقی فی السنن الکبری (۸/۳۴۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود، ارواء الغلیل (۱۵۲۷) السلسلة الصحیحة (۲۳۸)]

[3] [سورہ ص : آیت ۲۶]

لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ' خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ کہ اللہ کی راہ سے بہک جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ﴾ [1] لوگوں سے نہ ڈرو مجھی سے ڈرتے رہا کرو۔ اور فرمان ہے ﴿وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ [2] میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر بیچ نہ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت میں اور ان کی منجانب اللہ ہر وقت تائید ہوتے رہنے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ رہے اور لوگ تو صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ [3] یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس رحمہ اللہ کو جو وہم تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے' واللہ اعلم۔

سنن کی اور حدیث میں ہے قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی۔ جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی سے فیصلہ کیا وہ جنتی۔ اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ بھی جہنمی۔ [4] قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے وہ میرا بچہ ہے۔ آخر یہ قصہ داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دے دی کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام معاملے کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ [5]

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ اپنے دل پر رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس کے خلاف کچھ کہے ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ٤٤] [2] [سورۃ البقرہ: آیت ٤١]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاعتصام: باب اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا (٧٣٥٢) صحیح مسلم: کتاب الاقضیۃ: باب بیان اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا (١٧١٦) ابن ماجہ (٢٣١٤) ابوداؤد (٣٥٧٤) مسند احمد (١٩٨/٤)]

[4] [صحیح: ابوداؤد: کتاب الاقضیۃ: باب فی القاضی یخطئ (٣٥٧٣) ابن ماجہ: کتاب الاحکام: باب الحاکم یجتھد فیصیب الحق (٢٣١٥) ترمذی: کتاب الاحکام: باب ما جاء فی رسول اللہ فی القاضی (١٣٢٢) بیھقی فی شعب الایمان (٧٥٣١) مستدرک حاکم (٩٠/٤)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الانبیاء: باب قول اللہ تعالی ووھبنا الداود سلیمن (٣٤٢٧) صحیح مسلم: کتاب الاقضیۃ: باب اختلاف المجتھدین (١٧٢٠) مسند احمد (٣٢٢/٢)]

رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نہ مانی اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی۔ اس پر وہ رؤسا خار کھا گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے چاروں کے متفق بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کر دیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر خود حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور اس عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا ان چاروں کو الگ الگ کر دو۔ پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ۔ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ۔ تیسرے نے کہا خاکی۔ چوتھے نے کہا سفید آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑبڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔ [1]

حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کی آواز میں تھا۔ پس اتنی خوش آوازی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا۔ اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہو گی؟۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانی ہم نے سکھا دی تھیں۔ آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈلوں اور بغیر حلقوں کے زرہ بنتی تھیں۔ کنڈلوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں۔ [2] جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ وہ بہترین زرہ تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے بنائیں۔ [3] یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں۔ پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکرگزاری کرنی چاہیئے۔

ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب حسن الصوت بالقرآۃ للقرآن (۵۰۴۸) صحیح مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین: باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن (۷۹۳) ترمذی: کتاب المناقب (۳۸۵۵) مسند احمد (۳۴۹/۵)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۴۸۰/۱۸)] [3] [سورہ سبا: آیت ۱۰، ۱۱]

زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی۔ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی۔ تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ﴾ (۱) الخ۔ یعنی ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی۔ صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی۔ آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے۔ پھر آپ کے حکم سے سب پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔

عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش افروز ہونے کا حکم دیتے پھر پردار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا۔ پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی۔ اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾ (۲) الخ، ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور۔ اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان علیہ السلام کے حافظ و نگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا
لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل و عیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کیلئے سبب نصیحت ہو ○

ایوب علیہ السلام پر آزمائش کا ذکر: حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد پر مشتمل تھیں

(۱) [سورۂ ص: آیت ۳۶] (۲) [سورۂ ص: آیت ۳۷، ۳۸]

ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیویاں لونڈیاں غلام جائیداد اور مال ومتاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف سے ان پر آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا۔ دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس والے کراہت کرنے لگے۔ شہر کے ایک ویران کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنا پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کر لیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا [1] اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے [2] حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عام ہے۔

یزید بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ تلے باقی نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔ [3] آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی کہ اے اللہ تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم وستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کر دیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے پچھلے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو

---

[1] [صحیح : ترمذی : کتاب الزهد : باب ما جاء فی الصبر علی البلاء (۲۳۹۸) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء (۴۰۲۳-۴۰۲۴) مستدرك حاكم (۱/۴۱) مسند احمد (۱/۱۷۲)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی ، السلسلة الصحیحة (۱۴۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[2] [ایضا]

[3] [الدر المنثور للسیوطی (۴/۵۸۹)]

اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔ آپ فرمانے لگے سنو! ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔ آپ کے دو دوست دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں شیطان نے جا کر خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا۔ میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔ ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا بھی مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب علیہ السلام کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب علیہ السلام پر رحم کرے اچھے موقعے پر پہنچی۔ ٹکیا دے دی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بصورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں مبتلا ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔ جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام

نہ لگا مایوس ہوگئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کردی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کردیا تھا۔ آپ نے کھا لیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کردی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ! میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتادے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹا سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مبسوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات کے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیئے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کردے جو مجھ پر نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہوگئیں جو آپ پر اتری تھیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آکر اس کی طرف سے آپ کفارہ ادا کردیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اللہ کا نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اسی بیماری میں اس قدر نڈھال ہوگئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی، آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی۔ آپ کو سخت تکلیف ہوئی،

اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارؤ اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار بے کس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں؟ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے مزاق بنا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی۔ وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرؤ تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہوسکتا ہے؟ [2] پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل وعیال عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے۔ [3] آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دوراز کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں۔ ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں ''لیا'' بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن یعقوب اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کی بیٹی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ''لیا'' حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت میں ہیں تم کہو تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لادوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦٧/٢٣) مسند بزار (٢٣٥٧) مسند ابویعلی (٣٦١٧) صحیح ابن حبان (٢٨٩٨) مستدرك حاكم (٥٨١/٢)] امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ بزار کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٣٨٠٠)، (٢١١/٨)]

[2] [صحیح: تفسیر ابن ابی حاتم (٢٤٦١/٨) مسند احمد (٣١٤/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٨٠٣٨)] اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دیکھئے: صحيح بخاری: كتاب الغسل: باب من اغتسل عريانا وحده فی الخلوة ومن تستر فالتستر افضل [(٢٧٩)، (٣٣٩١)، (٧٤٩٣)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (٥٠٦/١٨)]

فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت وعبرت تھی' آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں' بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے لکھے پر' اس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہئے نہ جانے قدرت در پردہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدۡخَلۡنٰہُمۡ فِیۡ
رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّہُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل' یہ سب صابر لوگ تھے ○ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا' یہ لوگ سب نیک تھے ○

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند تھے۔ سورۂ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے' بڑے ہی عادل اور بامروت۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اس میں توقف کرتے ہیں۔ [1] فاللہ اعلم۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں [2] یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی علیہ السلام سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ جب حضرت یسع علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ان کو خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے۔ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں۔ دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو۔ کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کر دوں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں میں روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ یسع علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کیا مگر کسی کی کچھ نہ چلی ابلیس خود چلا دوپہر کو قیلولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے۔ میرے ساتھ انہوں نے یہ کیا یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۰۷)]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۸/۵۰۹)]

صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے ۔آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کر دوں گا اب شام کو جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔ دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے جو یہ خبیث آ گیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھول دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا' منتظر رہا لیکن تم نہ آئے ۔وہ کہنے لگا حضرت کیا بتاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور بھی کچھ لمبے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج نیند بھی کھوئی اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے آپ ابھی لیٹے تھے جو وہ مردود پھر آ گیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی آپ نے دروازے کے اندر سے کس کو آنے دیا؟ اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ! میں تجھ سے ہارا نہ تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقعہ پر غصے ہوا پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا۔ اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھیں انہیں پورا کر دکھایا۔ (ابن ابی حاتم)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ مروی ہے اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں۔ چنانچہ انکا نام ذوالکفل ہوا۔ اس میں ہے کہ شیطان جب ان کے آرام کے وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت اشعری رحمہ اللہ نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس قسم کی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا۔ اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک منقطع روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے۔ ایک غریب حدیث مسند امام بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا۔ بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں۔ واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی۔ اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ برا دن دکھایا ہے۔ کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر پریشان ہے؟ حالانکہ اس

سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اسی وقت اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے۔ قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اللہ کی شان اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے۔ صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔ [1]

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ذوالنون کو یاد کر جب کہ وہ غصے سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے تنگ نہ پکڑیں گے پھر تو اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا ○ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی' ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں ○

یونس علیہ السلام اور ان کی دعا: یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورۂ صافات میں بھی ہے اور سورۂ نون میں بھی ہے [2] یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب الٰہی آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہوگئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے' بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری تعالیٰ میں فریاد شروع کر دی ادھر ان کی آہ وبکا ادھر جانوروں کی بھیا نک صدا' غرض اللہ کی رحمت متوجہ ہوگئی' عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ﴾ [3] الخ' یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔ حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے' آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہئے کہ وزن کم ہو جائے۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا' تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے ﴿فَسَاهَمَ

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۲/۲۳) ترمذی : کتاب صفة القیامة (۲۴۹۶) مستدرك حاکم (۴/۲۵۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[الموسوعة الحدیثیة (۴۷۴۷)] ضعیف ترمذی ، ضعیف الترغیب (۱۹۶۴) ضعیف الجامع الصغیر (۴۱۵۰) السلسلة الضعیفة (۴۰۸۳)]

[2] [سورة الصافات : آیت ۱۳۹۔۱۴۸ ، سورة القلم : آیت ۴۸۔۵۰]

[3] [سورہ یونس: آیت ۹۸]

﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ [1] اب کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے' کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر اخضر سے بحکم الٰہی ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ بنا کر گئی لیکن بحکم اللہ نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں آپ کا غضب وغصہ آپ کی قوم پر تھا [2] خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا پس یہاں ﴿نَّقْدِرَ﴾ کے یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد' ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کئے ہیں [3] امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت ﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ﴾ [4] سے بھی ہوتی ہے حضرت عطیہ عوفی رحمہ اللہ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے ﴿قَدَرَ﴾ اور ﴿قَدَّرَ﴾ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت ﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ [5] بھی پیش کی جا سکتی ہے ان اندھیروں میں پھنس کر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا سمندر کے نیچے کا اندھیرا' پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا' پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے [6] آپ نے سمندر کی تہہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بار الٰہی میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہو گا۔ [7] حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر خراش آئے جب آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے۔ چنانچہ آپ نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی اسے سن کر فرشتوں نے کہا کہ بار الٰہی! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے؟ ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ [8] تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونس بن متی سے

---

[1] [سورة الصافات: آيت ١٤١]

[2] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١١)]

[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١٤)]

[4] [سورة الطلاق: آيت ٧]

[5] [سورة القمر: آيت ١٢]

[6] [تفسير قرطبى (١١/٣٣٣)]

[7] [تفسير ابن جرير الطبرى (١٨/٥١٨)]

[8] [ضعيف: تفسير ابن جرير الطبرى (٢٤٧٧٨) بزار فى كتاب التفسير: باب سورة الصافات (٢٢٥٤)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں ابن اسحاق راوی مدلس ہے۔ [مجمع الزوائد (٧/١٠١)]

افضل کہے۔ اللہ کے اس بندے نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔ [1] اوپر جو روایت گزری اس کی وہی ایک سند ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے اس سے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں اے اللہ جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔ [2]

استغفار ذریعہ نجات: پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی۔ ان اندھیروں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ وہ مصیبتوں میں گر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دستگیری فرما کر تمام تکلیفیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونس ہی کو پڑھیں۔ جس کی تاکید سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

مسند احمد' ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے' نہ انہوں نے سلام کیا' نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنی تھی۔ واللہ! مجھے جب وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک اعرابی آ گیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا اب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا جب آپ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ نہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحاق؟ میں نے

---

[1] [ابن ابی شیبة (۱۲/۱۵٦) کنز العمال (۱۲/٤٧٦) موسوعة اطراف الحدیث (۱۷۰۳۵۱)]

[2] [ضعیف : اخرجه ابن ابی الدنیا فی الفرج بعد الشدة (۳۲) الدر المنثور للسیوطی (٤/۵۹۹)] اس کی سند میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ کو مشغول کر لیا۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی ﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ سنو! جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ ابو سعید فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ [2] ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! وہ حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی، اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ [3] ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن معبد فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ابوسعید! اللہ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۱/۱۷۰) مستدرك حاكم (۱/۵۰۵) مسند ابو یعلی (۷۷۲) ترمذی: کتاب الدعوات (۳۵۰۵) نسائی فی السنن الکبری فی کتاب عمل الیوم و اللیلة: باب ذكر دعوة ذی النون (۱۰۴۹۱)، (۶/۱۶۸)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن محمد کے اور وہ ثقہ ہے۔ [مجمع الزوائد (۷/۱۶۷)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۴۶۲)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

[2] [مسند ابو یعلی (۷۰۷) ذخیرة الحفاظ (۵۲۹۱)]

[3] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۷۷۹)] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ اسے حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [المستدرك (۱/۵۰۵)] مگر اس کی سند میں عمرو بن بکر ضعیف ہے۔

زکریا کو یاد کر جب کہ اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے ○ ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر یحیٰی عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لئے بھلا چنگا کر دیا' یہ بزرگ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑا کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے رہتے تھے اور ہمارے سامنے پوری عاجزی کرنے والے تھے ○

زکریا علیہ السلام کی دعا اور بڑھاپے میں اولاد: اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورۂ مریم اور سورۂ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا لوگوں سے چھپا کر کی تھی مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی۔ بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی۔ لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن' رب کی باتیں ماننے والے' اللہ کا خوف رکھنے والے' تواضع' انکساری اور عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا وصفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع و خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّتِىٓ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾

اور وہ پاک دامن بیوی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے آپ ان میں اپنے پاس کی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کیلئے نشان قدرت کر دیا ○

مریم اور عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی علیہما السلام کے قصے کے ساتھ ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں میں پورا ربط ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پورے بڑھاپے کے عالم میں' آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد' ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی۔ اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت کو بغیر شوہر کے اولاد عطا فرمانا یہ اس قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بھی یہی ترتیب ہے۔ مراد عصمت والی عورت سے حضرت

مریم رضی اللہ عنہا ہیں، جیسے فرمان ہے ﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ [1] الخ، یعنی عمران کی لڑکی مریم جو پاک دامن تھیں، انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی بے نظیر قدرت کا نشان بنایا کہ مخلوق کو اللہ کی ہر طرح کی قدرت اور اس کے پیدائش پر وسیع اختیارات اور صرف اپنے ارادے سے چیزوں کا بنانا معلوم ہو جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت کی ایک علامت تھے جنات کے لئے بھی اور انسانوں کے لئے۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿٩٣﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿٩٤﴾

ع ٦

یہ ہے تم سب کا دین ایک ہی دین اور میں تم سب کا پروردگار پس تم میری ہی عبادت کرو○ لوگوں نے آپ اپنے دین میں فرقہ بندیاں کر لیں، سب کے سب ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں○ جو بھی نیک عمل کرے اور ہو بھی وہ مومن تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں، ہم تو اس کے لکھ لینے والے ہیں○

تمام ادیان کی بنیاد توحید پر: فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے۔ اوامر و نواہی کے احکام تم سب میں یکساں ہیں۔ ﴿هَٰذِهِ﴾ اسم ہے ﴿إِنَّ﴾ کا اور ﴿أُمَّتُكُمْ﴾ خبر ہے اور ﴿أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ حال ہے۔ یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے۔ جس کا اصلی مقصود توحید الٰہی ہے جیسے آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ [2] سے ﴿فَاتَّقُونِ﴾ تک ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہے جیسے ایک باپ کا فرزند کہ دین سب کا ایک ہے [3] یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت۔ اگرچہ احکامات شرع مختلف ہیں۔ جیسے فرمان قرآن ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [4] ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا نیکوں کو نیک بدلہ اور بروں کو بری سزا۔ جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ [5] نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں، ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے، تمام اعمال لکھ لیتے ہیں، کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

---

[1] [سورۃ التحریم: آیت ١٢]

[2] [سورۃ المومنون: آیت ٥١-٥٢]

[3] [**صحیح**: صحیح بخاری: كتاب احاديث الانبياء: باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب مريم (٣٤٤٣) صحيح مسلم: كتاب الفضائل: باب من فضائل عيسى بن مريم (٢٣٦٥)]

[4] [سورۃ المائدہ: آیت ٤٨] [5] [سورۃ الکہف: آیت ٣٠]

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾

جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پھر کر نہیں آنے کے ○ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ آئیں ○ اور سچا وعدہ قریب آ لگے اس وقت کافروں کی نگاہیں اچانک اوپر کی طرف ہی سل جائیں، ہائے افسوس ہم تو اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم قصوروار تھے ○

یاجوج ماجوج یافث کی اولاد: ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں۔ لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے۔ یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے' الخ۔ یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچا دیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں ﴿حدب﴾ کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح بیان کیا جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی؟ جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ ہو چکی، ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے دوڑتے ایک دوسروں کی چٹکیاں بھرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے۔ بہت سی احادیث میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے۔

① مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفاچٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگی کہ ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہوگا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوں گے کوئی اور وہاں ہوگا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں چنانچہ ان میں سے ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت الٰہی سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس

گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گٹھلی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک دم مر جائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شور و غل ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر سے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے آپ کو قتل شدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہوگا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ [1]

(۲) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے۔ اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے۔ میں تمہیں اللہ کی امان دے رہا ہوں۔ وہ جوان عمر، الجھے ہوئے بالوں والا، کانا اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا۔ اے بندگان الٰہی تم ثابت قدم رہنا۔ ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کتنا ٹھہرے گا؟۔

آپ نے فرمایا چالیس دن۔ ایک دن مثل ایک برس کے، ایک دن مثل ایک مہینے کے، ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر بھگائے لئے جاتی ہو۔ ایک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے۔ آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہے گا کہ ان کے لئے پیداوار اگائے ان کے جانور ان کے پاس موٹے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے۔ ایک قبیلے کے پاس جا کر اپنے آپ کو منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں

---

[1] [حسن صحیح: ابن ماجه: کتاب الفتن: باب فتنة الدجال وخروج عیسی ابن مریم و خروج یاجوج ماجوج (۴۰۷۹) مستدرك حاكم (۴/۴۸۹) مسند احمد (۳/۷۷) ابن حبان (۶۸۳۰) مسند ابویعلی (۱۳۵۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ بوصیری بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه، السلسلة الصحیحة (۱۷۹۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

اپنے سردار کے پیچھے۔ یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کرا دے گا اور ادھر ادھر دور دراز پھنکوا دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آجائے گا یہ اسی حال میں ہوگا جب اللہ عزوجل حضرت مسیح ابن مریم ﷺ کو اتارے گا آپ دمشق کی مشرقی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ کی طرف اللہ کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب وطاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا۔ پھر جناب باری تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا ﴿وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ ان سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جناب باری تعالیٰ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گٹھلی کی بیماری بھیجے گا جوان کی گردن میں نکلے گی سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مر جائیں گے تب عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے۔ دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔

آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر اللہ جانے کہاں پھینک آئیں گے؟ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں مہبل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں انہیں پھینک آئیں گے۔ پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برسے گی، زمین دھل کر ہتھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی پھر بحکم الٰہی اپنی برکتیں اگا دے گی۔ اس دن ایک جماعت ایک انار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کرلے گی ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا۔ پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔

(۳) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک بچھونے کاٹ کھایا تھا تو آپ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یاجوج ماجوج آئیں وہ چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں جیسے ہوں گے۔ [2]

(۴) یہ روایت سورۂ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج والی رات میں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

---

(1) [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الفتن: باب ذكر الدجال وصفته وما معه (٢٩٣٧) ابو داؤد: كتاب الملاحم: باب خروج الدجال (٤٣٢١) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب فتنة الدجال (٤٠٧٥) ترمذی: كتاب الفتن: باب ما جآء في فتنة الدجال (٢٢٤٠)]

(2) [ضعيف: مسند احمد (٥/ ٢٧١)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (٢٢٣٣١)]

اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے اللہ نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے۔ اس کے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جب کہ وہ مجھے دیکھے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکار اٹھیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سایہ تلے کافر۔ آ اور اسے قتل کر پس اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے۔ لوگ پھر آ کر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی کا بہاؤ ان کے سڑے ہوئے جسموں کو گھسیٹ کر دریا برد کر دے گا۔ میرے رب نے مجھ سے فرما دیا ہے کہ جب یہ سب کچھ ظہور میں آئے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا۔ [1] (ابن ماجہ)

اس کی تصدیق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں۔

کعب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھودیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز پاس والے بھی سنیں گے رات ہو جائے گی ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسی کل تھی ویسی ہی آج بھی پائیں گے الغرض یونہی ہوتا رہے گا یہاں کہ اللہ کو ان کو نکالنا منظور ہو گا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل ان شاء اللہ اسے توڑ دیں گے اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھی ویسی ہی پائیں گے تو کھود کر توڑیں گے اور باہر نکل آئیں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کیچڑ بھی چاٹ جائے گا تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت پانی ہو گا؟ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے۔ جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلود ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کے لئے بددعا کریں گے کہ اللہ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور زمین پر ہمارا چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے چاہ ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا گلٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مر جائیں گے پھر ایک قسم کے پرندے آئیں گے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر

---

[1] [ضعیف : ابن ماجہ : کتاب الفتن : باب فتنة الدجال (٤٠٨١) مسند احمد (١/٣٧٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابن ماجہ، السلسلة الضعیفہ (٤٣١٨)]

اللہ تعالیٰ نہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسویقتین نکل آیا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ سات آٹھ سو لشکریوں کا طلایہ بھیجیں گے۔ یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے کہ یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلے گی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر جائیگی تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہ جائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہوگی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو جننے کے قریب ہو اور گھوڑی والا اس کے آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو۔ حضرت کعب رحمہ اللہ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس کے علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا۔ کعب رحمہ اللہ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت صحیح احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ شریف کا حج کریں گے۔

چنانچہ مسند امام احمد میں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے کہ آپ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد یقیناً بیت اللہ کا حج کریں گے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ [1] جب یہ ہولناکیاں' جب یہ زلزلے جب یہ بلائیں اور آفات آجائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل قریب آجائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے۔ ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا۔ گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے' تم سب دوزخ میں جانے والے ہو ○ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے' سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سن سکیں گے ○ جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے ○ وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے' اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ○ وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی ○ اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے' یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے ○

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام (۱۵۹۳) مسند احمد (۲۷/۳)]

جہنم کا تذکرہ: بت پرستوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [1] اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنی لکڑیاں۔ بلکہ ایک قراءت میں بجائے حصب کے حطب ہے۔ تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے؟ یہاں تو پرستار اور پرستش کئے جانے والے سب ابدی طور پر دوزخی ہو گئے۔ وہ الٹی سانس میں چیخیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ [2] وہ سیدھی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا اور کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

حسنٰی سے مراد رحمت و سعادت ہے۔ دوزخیوں کا اور ان کے عذابوں کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کے جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے یہ لوگ باایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ [3] نیکوں کے لئے نیک اجر ہے اور زیادتی اجر بھی۔ فرمان ہے ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ [4] نیکی کا بدلہ نیک ہی ہے۔ ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے۔ یہ جہنم سے دور کر دیئے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ دوزخیوں کا جلنا وہ سنتے ہیں۔ پل صراط پر دوزخیوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں ہائے ہائے کرتے ہیں جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے ناآشنا رہیں گے۔ اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا۔ من مانی چیزیں موجود۔ دوامی کی راحت بھی حاضر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں اور عمر اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبدالرحمٰن انہی لوگوں میں سے ہیں یا حضرت سعد کا نام لیا۔ رضی اللہ عنہم اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹتے ﴿وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا﴾ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہو گئے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی لوگ اولیا اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافر وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیز، حضرت مسیح علیہ السلام، فرشتے، سورج، چاند، حضرت مریم وغیرہ۔

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ٢٤]
[2] [سورۃ ھود: آیت ١٠٦]
[3] [سورۃ یونس: آیت ٢٦]
[4] [سورۃ الرحمن: آیت ٦٠]

عبداللہ بن زبعری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال ہے کہ اللہ نے آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ اتاری ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج، چاند، فرشتے، عزیر، عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ [1] اتری اور آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى﴾ نازل ہوئی۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے حضور ﷺ ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نضر بن حارث آیا۔ اس وقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے۔ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا تو آپ نے آیت ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ سے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ جب آپ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ بن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بری طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں، یہود عزیرؑ کو نصرانی عیسیٰ کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ سب کو یہ جواب پسند آیا۔ جب حضور ﷺ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا جس نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادتیں نہیں کراتے۔ بلکہ یہ لوگ تو انہیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے انہیں ان کی عبادت کی راہ بتائی ہے۔ آپ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ﴾ میں اترا تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے۔ چنانچہ قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ﴾ [2] الخ، یعنی ان میں سے جو اپنی معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ [3] الخ، اتری کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ یہ تو صرف دھینگا مشتی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا۔ اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہارے جانشین فرشتوں کو کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نشان قیامت ہیں ان کے ہاتھ سے جو معجزات صادر ہوئے وہ شبہ والی چیزیں نہیں وہ قیامت کی دلیل ہیں، تجھے اس میں کچھ شک نہ کرنا چاہئے میری مانتا چلا جا، یہی صراط مستقیم ہے۔ ابن زبعری کی جرأت کو دیکھئے خطاب اہل مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے اللہ کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پاک نفس کے لئے جو غیر اللہ کی عبادت سے روکتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ ((ما)) جو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں۔ یہ ابن زبعری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ یہ بڑے مشہور شاعر تھے۔ پہلے انہوں نے

---

[1] [سورۃ الزخرف: آیت ٥٧] [2] [سورۃ الانبیاء: آیت ٢٦-٢٩]

[3] [سورۃ الزخرف: آیت ٥٧]

مسلمانوں کی دل کھول کر دھول اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی۔ موت کی گھبراہٹ' نفخہ کی گھبراہٹ' لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ' اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا جب کہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا۔ غرض کسی اندیشے کا نزول ان پر نہ ہوگا وہ ہر غم وہراس سے دور ہوں گے' پورے مسرور ہوں گے' خوش ہوں گے اور ناخوشی سے کوسوں الگ ہوں گے۔ فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہوں گے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا' اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ
وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے پرچے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے' یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے' اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے ○

جس روز آسمان لپیٹ لیا جائے گا: یہ قیامت کے دن ہوگا جب ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ [1] الخ' ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی تھی' جانا ہی نہیں۔ تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ۔ سجل سے مراد کتاب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے۔ جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور لکھ لو۔ یہ فرشتہ نامہ اعمال پر مقرر ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی کتاب کو کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور ﷺ کا کاتب وحی تھا۔ [3] لیکن یہ روایت ثابت نہیں حفاظ حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ نے۔

میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے۔ امام ابوجعفر بن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا ہے کہ سجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ کے تمام

---

[1] [سورۃ الزمر: آیت ٦٧]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالی لما خلقت بیدی (٧٤١٢)]

[3] [**ضعیف**: ابو داؤد: کتاب الخراج والفئی: باب فی اتخاذ الکاتب (٢٩٣٥) نسائی فی السنن الکبری (١١٣٣٥)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود]

کاتبوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سجل نہیں۔ فی الواقع امام صاحب نے درست فرمایا۔ یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی۔ بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اس حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر ان کا ذکر سرتاپا غلط ٹھہرا۔ صحیح یہی ہے کہ سجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لغتاً بھی یہی بات ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے اس طرح جیسے لکھی ہوئی کتاب لپیٹی جاتی ہے لام یہاں پر معنی میں علیٰ کے ہے جیسے ﴿ وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴾ [1] میں لام معنی میں علیٰ ہے۔ لغت میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں۔ واللہ اعلم یہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا۔ جو ابتداء پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں، وہ کبھی بدلتے نہیں، نہ ان میں تضاد ہوتا ہے۔ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ اللہ کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ ننگے پیر، ننگے بدن، بے ختنے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔ [2] الخ (بخاری) سب چیزیں نیست و نابود ہو جائیں گی پھر بنائی جائیں گی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾
اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہو کر ہی رہیں گے ○ عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں کفایت ہے ○ ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے ○

اللہ نیک بندوں کو زمین کا بھی وارث بنائے گا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت میں دے گا اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے، یہ اللہ کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ [3] الخ، زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، انجام کار پرہیزگاروں کا حصہ ہے۔ اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور فرمان ہے کہ تم میں سے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے، یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ زبور سے مراد بقول سعید بن جبیر رحمہ اللہ تورات، انجیل اور قرآن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو

---

[1] [سورۃ الصافات: آیت ۱۰۳]

[2] **[صحيح** : صحيح بخاري : كتاب التفسير : سورة الانبياء (۴۷۴۰) صحيح مسلم: كتاب الجنة : باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة (۲۸۶۰) مسند احمد (۱/ ۲۳۵)]

[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۲۸]

حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی۔ ذکر سے مراد یہاں پر تورات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے۔ سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذکر وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ۔ یہ بھی مروی ہے کہ زبور اور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ۔ فرماتے ہیں توراۃ' زبور اور علم الٰہی میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہوگیا تھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہوکر جنت میں جائے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں۔ مراد اس سے باایمان لوگ ہیں۔ اس قرآن میں جو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت وکفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔ جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کردیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے اس نبی کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا وآخرت میں شادمان ہے اور ناقدری کرنے والا دونوں جہان میں برباد وناشاد ہے۔ جیسے ارشاد ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت ربانی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کردیا۔ اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے بے ایمان بہرے اندھے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کے لئے بددعا کیجئے آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ [1] اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت وہدایت ہوں۔ [2] اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ ابوجہل نے کہا اے قریشیو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں چلا گیا ہے اپنے طلایئے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔ اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابوالحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کردیا ہے میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کرچکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ دو تمہیں چاہئے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہئے یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آگئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے وہ رشتہ دیکھیں گے نہ

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب النهی عن لعن الدواب وغیرها (۲۰۹۹)]

[2] [صحیح: طبرانی اوسط (۳۰۰۵) ذخیرة الحفاظ (۲۰٦٦) مجمع الزوائد (٥/٦٩) کنز العمال (۱۱/٤۳۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [المشکاة (۵۸۰۰) غایة المرام (۱) صحیح الجامع الصغیر (۲۳٤٥) السلسلة الصحیحة (٤۹۰)]

کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہئے کہ یا تو محمد ﷺ کو نکال دیں اور وہ بیک بینی دو گوش تن تنہا رہ جائے یا کہ ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہئے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انہیں ناکوں چنے چبوا دوں گا۔

جب حضور ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا۔ میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا اللہ ہے وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے میرے پانچ نام ہیں محمد، احمد، ماحی یعنی میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹا دے گا، حاشر اس لئے کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب۔ [1] مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا ایک دن حضرت حذیفہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمۃ اللعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لئے موجب رحمت بنا دے۔ [2] رہی یہ بات کہ کفار کے لئے آپ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لئے آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر کے برسائے جانے سے بچ گئے۔ جیسے کہ اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَــهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰي مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع

کہہ دے کہ میری تو ساری وحی کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے، تو کیا تم بھی اس کے تسلیم کرنے والے ہو؟ ○ پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے، مجھے مطلقاً علم

---

[1] [طبرانی کبیر (١/٧٦)، (١٥٣٢) کنز العمال (١١/٤٦٣) مجمع الزوائد (٩٩٤٠) السلسلة الصحيحة (تحت الحديث / ٤٩٠)]

[2] [صحيح: مسند احمد (٥/٤٣٧) ابو داؤد: كتاب السنة: باب في النهي عن سب اصحاب رسول الله (٤٦٥٩) الادب المفرد للبخاري: باب الخروج الى المبقلة وحمل الشيء على عاتقه الى اهله بالزبيل (٢٣٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحيحه (١٧٥٨)]

نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟ ○ البتہ اللہ تعالیٰ تو کھلی اور ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے ○ مجھے اس کا بھی علم نہیں ممکن ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت مقررہ تک کا فائدہ ہو ○ نبی نے کہا کہ اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما' ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں میں جو تم بیان کیا کرتے ہو ○

اللہ ہی معبودِ برحق: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرما دیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کرلو۔ اور اگر تم میری بات پہ یقین نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر یہ جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوتوں سے بیزار ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ﴾ [1] یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بدعہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو۔

اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں۔ یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے اس کا خود مجھے علم نہیں۔ ظاہر باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم ظاہر کرو اور چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کے کل اعمال ظاہر اور پوشیدہ اس پر آشکارا ہیں چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل سب کچھ وہ جانتا ہے۔ ممکن ہے اس کی تاخیر بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگی تک نفع دینا ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو جو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ جب کبھی کسی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب! تو سچا فیصلہ فرما۔ ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹے افتراؤں کو ہم سے ٹالے اس میں ہمارا مددگار وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۂ انبیاء ختم ہوئی۔

تفسير سورة الحج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ
كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ
سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

سب سے زیادہ مہربان بہت رحم والے اللہ کے نام سے

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو' قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے ○ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے

---

[1] [سورۃ الانفال: آیت ۵۸]

والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے ○

متقی بن جاؤ اس سے پہلے کہ قیامت آ جائے: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقوے کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے دہشت ناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہونے کے درمیان آئے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ [1] الخ، زمین خوب اچھی طرح جھنجوڑ دی جائے گی۔ اور فرمایا ﴿وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ [2] الخ، یعنی زمین اور پہاڑ اٹھا کر باہم ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ [3] الخ، یعنی جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان و زمین کو پیدا کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا وہ اسے منہ میں لئے ہوئے آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم الٰہی ہو اور وہ صور پھونک دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے بہت بری جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نفخہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بیہوشی کا۔ تیسرا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے۔ بغیر رکے، بغیر سانس لئے بہت دیر تک برابر اسے پھونکتے رہیں گے۔ اسی پہلے صور کا ذکر آیت ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ [4] میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین کپکپانے لگے گی۔ جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ [5] الخ، جب کہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگرے زبردست جھٹکے لگیں گے دل دھڑکنے لگیں گے زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں چاروں طرف جھلا رہی ہوں۔ آہ! یہی وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے اسی لئے اس دن کا نام قرآن نے ﴿يوم التناد﴾ رکھا۔ اسی وقت زمین ایک طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے، ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھڑنے لگے گی۔ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے۔ آیت قرآن ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ

---

[1] [الزلزلة: ١ـ ٢] [2] [الحاقه: ١٤] [3] [الواقعه: ٤ـ ٦]

[4] [ص: ١٥] [5] [النازعات: ٦ـ ٧]

شَآءَ اللّٰہُ﴾ (۱) میں جن لوگوں کا استثناء کیا گیا ہے کہ وہ بیہوش نہ ہوں گے۔

اس سے مراد شہید لوگ ہیں۔ یہ گھبراہٹ زندوں پر ہوگی شہید اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا۔ یہ عذاب الٰہی صرف بدترین مخلوق کو ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی' ابن جریر' ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت مطول ہے اس حصے کو نقل کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہوگا۔ اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قریب اور نزدیکی کے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اشراط الساعۃ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیام قیامت کے بعد میدان محشر میں ہوگا جب کہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے۔ امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

(جیسا کہ) حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تیز تیز چل رہے تھے کہ آپ نے باآواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ کے ارد گرد جمع ہوگئے کہ شاید آپ کچھ اور فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائے گا کہ اے آدم جہنم کا حصہ نکال۔ وہ کہیں گے اے اللہ کتنوں میں سے کتنے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے۔ یہ سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل دہل گئے' چپ لگ گئی۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ غم نہ کرو' خوش ہو جاؤ' عمل کرتے رہو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہو اسے بڑھادے یعنی یاجوج ماجوج اور بنی آدم میں سے جو ہلاک ہوگئے اور ابلیس کی اولاد اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے تم تو اور لوگوں کے مقابلے پر ایسے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ۔ (۲)

اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری۔ اس میں ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپ نے فرمایا قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی

---

(۱) [سورۃ النمل: آیت ۸۷]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۴/۴۳۵) ترمذی: کتاب تفسیر القران: باب ومن سورۃ الحج (۳۱۶۹) نسائی فی السنن الکبری فی کتاب التفسیر: باب سورۃ الحج قولہ تعالی وتری الناس سکاری وما ھم بسکاری (۱۱۳۴۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹۰۴) مستدرک حاکم (۱/۲۸)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ اس حدیث کے متعدد صحیح شواہد بھی موجود ہیں۔ دیکھئے: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب قولہ تعالی ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم (۶۵۳۰) وفی کتاب الرقاق: باب الحشر (۶۵۲۹) صحیح مسلم: کتاب الایمان (۳۷۹) مسند ابو یعلی (۳۱۲۲) مستدرک حاکم (۱/۲۹) صحیح ابن حبان (۱۷۵۲) مجمع الزوائد (۱۰/۳۹۷)]

اس گنتی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہو گی۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا ارشاد ہوا کہ عجب نہیں کہ تم تہائی ہو اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ہی نصف نصف ہو گے انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں۔ [1]

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک کی واپسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپ نے تلاوت آیت شروع کی۔ [2] ایک اور روایت میں ہے کہ جنوں اور انسانوں سے جو ہلاک ہوئے [3] اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزاء میں سے ایک جزء ہی ہو۔ [4]

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا وہ جواب دیں گے ((لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ)) پھر آواز آئے گی اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے کہ اے اللہ کتنا؟ حکم ہو گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے، بچے بوڑھے ہو جائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی کی وجہ سے۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے۔ اور تم میں سے ایک۔ تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے چند سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں۔ پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی چوتھے حصے کی ہو گی ہم نے اس پر تکبیر کہی پھر فرمایا آدھی تعداد میں باقی سب اور۔ اور آدھی تعداد صرف تمہاری۔ [5] اور روایت میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہو گا؟ جب کہ یہ حالت ہے۔ [6] اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدن بے ختنہ حاضر کیے

---

[1] **[ضعیف :** ترمذی : کتاب التفسیر : باب و من سورۃ الحج (۳۱۶۸) مسند احمد (۴/۴۳۲)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی] اس میں علی بن زید ضعیف ہے۔]

[2] **[مرسل :** تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹۰۶)]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۴۹۱۰) مسند ابو یعلی (۳۱۲۲) مستدرک حاکم (۲۹/۱) صحیح ابن حبان (۷۳۵۴)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابن مہدی کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔[مجمع الزوائد (۳۹۴/۱۰)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [مسند بزار (۳۴۹۷) مجمع الزوائد (۳۹۴/۱۰)] امام ہیثمیؒ نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔]

[5] **[صحیح :** صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله وترى الناس سكرى (۴۷۴۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب قوله يقول الله لادم اخرج بعث النار (۲۲۲) مسند احمد (۳۲/۳)]

[6] **[صحیح لغیرہ :** مسند احمد (۳۸۸/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح لغیرہ ہے البتہ یہ سند ابراہیم ہجری کی وجہ سے ضعیف ہے۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۳۶۷۷)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے سلسلہ صحیحہ میں ذکر فرمایا ہے۔[۳۳۰۷]

جاؤ گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرد عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظریں پڑیں گی؟ آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا۔ [1] (بخاری و مسلم)

مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ اعمال کے تول کے وقت جب تک کمی زیادتی نہ معلوم ہو جائے۔ اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آ جائیں۔ اس وقت جب کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ و غضب میں ہو گی اور کہے گی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے تھے دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور تیسرے ہر سرکش، ضدی، متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لے گی اور چن چن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی جہنم پر پل صراط ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے جسے اللہ چاہے پکڑ لے گی اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے مثل آنکھ جھپکنے کے۔ مثل ہوا کے، مثل تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹوں کے، فرشتے ہر طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ [2] قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن کی جگہ اور ہے۔ یہاں فرمایا قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل دہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا ہے۔ زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت جھنجھوڑ دیئے گئے۔ جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اسی لئے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ لوگ بدحواس ہو جائیں گے ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو۔ دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ
عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ سرکش شیطان کی ماتحتی میں ○ جس پر قضائے الٰہی لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے وہ اسے گمراہ کر دے گا اور آگ کے عذاب کی طرف اسے لے چلے گا ○

---

[1] [صحيح : صحيح بخاري : كتاب الرقاق : باب الحشر (٦٥٢٧) صحيح مسلم : كتاب الجنة : باب فناء الدنيا وبيان الحشر (٢٨٥٩)]

[2] [ضعيف : مسند احمد (٦/ ١١٠)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس سیاق کے ساتھ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعة الحديثية (٢٤٧٩٣)] اس کی سند میں ابن لہیعہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (١٠/ ٣٥٩)]

کافرلوگ شیطان کے پیروکار: جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور اللہ کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان الٰہی سے ہٹ کر، نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی کرتے ہیں ان کی جناب باری تعالیٰ تردید فرما رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں، باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں، ان کی رائے وخواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا۔ یہ جس کی مانتے ہیں وہ تو ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکاتا رہتا ہے اور آخر انہیں عذابوں میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کی جلانے والی آگ کے ہیں۔ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں اتری ہے۔ اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا بتلاؤ تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا اسی وقت آسمانی کڑاکے نے اسے ہلاک کر دیا۔ [1]

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝

لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کوئی شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں، اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں۔ پھر تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے، تو دیکھتا ہے کہ زمین بنجر اور خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے ○ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ

---

[1] [**مرسل وضعیف:** تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٢٦٧)] اس میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔]

منکرین قیامت کے لیے دوبارہ پیدائش پر دلیل و برہان: مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری بار کی زندگی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل تم سب ہو۔ پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطروں سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا۔ چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم الٰہی اس میں خون کی سرخ پھٹکی پڑتی ہے، پھر چالیس دن بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت وشبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضاء بنتے ہیں۔ کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے، کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے۔ یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے۔ اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے اللہ کی چاہت ہو خوبصورت بدصورت، مرد عورت بنا دیا جاتا ہے۔ رزق، اجل، نیکی، بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے، پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے۔ رزق، عمل، شقی یا سعید ہونا لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ [1]

عبداللہ فرماتے ہیں نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ یہ مخلوق ہوگا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جمتا ہی نہیں۔ خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ نیک ہوگا یا بد؟ اجل کیا ہے۔؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے مقدر کا رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقدر ہے۔ پھر حضرت عامر رحمہ اللہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور ذی روح بنتا ہے۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائکۃ (۳۲۰۸) و کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۳۲) و کتاب القدر (۶۵۹۴) و کتاب التوحید (۷۴۵۴) صحیح مسلم: کتاب القدر: باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ (۲۶۴۳) ابو داؤد: کتاب السنۃ: باب فی القدر (۴۷۰۸) ابن ماجہ: مقدمہ: باب فی القدر (۷۶) ترمذی: کتاب القدر: باب ما جآء ان الاعمال بالخواتیم (۲۱۳۷) مسند احمد (۱/۳۸۲)]

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس، پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے پھر عمل، اثر، رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے جس میں نہ کمی ممکن ہے نہ زیادتی [1] پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ۔ کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے۔ دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ عنفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تومند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے پھوس ہو جاتے ہیں۔ کہ پھر سے عقل وخرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں۔ حافظہ، فہم، فکر سب میں فتور پڑ جاتا ہے علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ﴾ [2] الخ، اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت و طاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

مسند حافظ ابو یعلی موصلی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ ان پر۔ بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کے فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنون اور جذام سے اور برص سے جب اسے اللہ کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی (۸۰) برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاوز فرما لیتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اس کے گھرانے والوں کے لئے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے وہ اللہ کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں اللہ کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے۔

جب بہت بری ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں، اور اگر کوئی برائی ہوگئی تو وہ تو نہیں لکھی جاتی۔ [3] یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: باب کیفیة خلق آدمی فی بطن امه (۲۶۴۳) مسند احمد (۶/٤)]

[2] [سورة الروم: آیت ٥٤]

[3] [ضعیف: مسند ابو یعلی (۳٦۷۸)] اس میں خالد زیات اور داؤد دو راوی مجهول ہیں۔]

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے از فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1] پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی وارد کی ہے۔ [2] حافظ ابوبکر بن بزار رحمہ اللہ نے بھی اسے بہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے [3] (اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)۔

مردوں کے زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تروتازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھل پھول میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے مردہ زمین ایک دن زندگی کے کشادہ سانس لینے لگتی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحتِ روح اور نورعین اور سرور قلب موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے میٹھے کھٹے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میووں سے لدے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں۔ یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے۔ پھولوں کے چھوٹے پودے دماغ کو مخزن عطار بنا دیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ سچ ہے خالق، مدبر، اپنی چاہت کے مطابق کرنے والا، خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جا۔ پھر ناممکن ہے کہ وہ کہتے ہی ہو نہ جائے۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلاشک وشبہ آنے والی ہی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدرت والا اللہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا۔ سورۂ یاسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یاد دلا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا ہے اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ جو ابورزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت

---

[1] [ضعیف : مسند احمد (۸۹/۲)] اس کی سند میں فرج بن فضالہ ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو اس راوی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۲۱۷/۳) مسند ابو یعلی (۴۲۴۶)] امام ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [الموضوعات (۱۷۹/۱)] اس کی سند میں یوسف بن ابی ذرہ ضعیف ہے۔ امام ابن معینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، امام ابن حبانؒ نے اسے منکر الحدیث کہا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی حال میں بھی اس سے حجت لینا جائز نہیں۔]

[3] [ضعیف : مسند بزار (۳۵۸۷)] اس کی سند میں عبداللہ بن شبیب ضعیف ہے۔]

کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے؟ ہم نے کہا ہاں فرمایا پھر اللہ تو بہت بڑی عظمت والا ہے آپ نے پھر پوچھا حضور ﷺ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں' خاک اڑ رہی ہو' خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نوپید ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں یہی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے۔ [1] (ابوداؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقیناً جنتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں ○ اپنا بازو موڑنے والا بن کر اس لئے کہ راہ اللہ سے بہکا دے' اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اسے جہنم میں جلنے کا عذاب چکھائیں گے ○ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

گمراہ لوگوں کی حالت: چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں' حق سے اعراض کرتے ہیں' تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں' حق کو قبول کرنے سے بے پرواہی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پرواہی کی اور نہ مانے۔ اور آیت میں ہے جب ان سے اللہ کی وحی کی تابعداری کو کہا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھے گا کہ اے رسول (ﷺ) یہ منافق تجھ سے دور چلے جایا کرتے ہیں۔ سورۂ منافقین میں ارشاد ہوا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور اپنے لئے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کرواؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آکر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں۔

حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ

[1] [**حسن**: مسند احمد (۴/۱۱) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی الرؤیة (۴۷۳۱) ابن ماجه: مقدمه: باب فیما انکرت الجهمیة (۱۸۰) ابن حبان کما فی الموارد (۳۹) طبرانی کبیر (۱۹/۲۰۶)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجه (۱۸۰) صحیح ابوداود (۳۹۵۷)]

﴿ لِلنَّاسِ ﴾ [1] لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلا لیا کر یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کران سے تکبر نہ کر۔ اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ ﴿ لِيُضِلَّ ﴾ کا لام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معاند اور انکار ہی ہو اور ہوسکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ میں نے اسے ایسا بدخلق اس لئے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار بن جائے۔ اس کے لئے دنیا میں بھی ذلت و خواری ہے جو اس کے تکبر کا بدلہ ہے۔ یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی حاجت میں ناکام اور بے مراد رہے گا۔ اور آخرت کے دن بھی جہنم کی آگ کا لقمہ ہوگا۔ اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے اللہ کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کی دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور تکبر کا بدلہ لیتا جا۔ یہی وہ ہے جس سے عمر بھر شک شبہ میں رہا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا۔ پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا۔ (اعاذنا اللہ)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚۛ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں، اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھا لیا، واقعی یہ کھلا نقصان ہے ○ اللہ کے سوا انہیں پکارا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع، یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے ○ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے بہت ہی قریب ہے، یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی ○

مطلبی لوگ: حرف کے معنی شک کے، ایک طرف کے ہیں۔ گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو پھولے نہیں سماتے، نقصان دیکھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری میں (ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی) ہے کہ اعرابی ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین تو نہایت برا ہے۔ [2]

ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اسلام قبول کرتے واپس جا کر

---

[1] [سورۃ لقمان: آیت ۱۸]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف (۴۷۴۲)]

اگر اپنے ہاں بارش، پانی پاتے، جانوروں میں، گھر بار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے ہی اگر ان کے ہاں لڑکا ہوتا یا ان کی اونٹنی بچہ دیتی تو انہیں راحت ہوتی خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا، مصیبت آ گئی، مدینے کی ہوا موافق نہ آئی، گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی، صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین پر تو مشکل ہی مشکل ہے۔

عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے۔ دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا تو فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں، مرتد کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ پورے بدنصیب ہیں دنیا آخرت دونوں برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی؟ جن ٹھاکروں، بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں، جن سے فریاد کرتے ہیں، جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں، جن سے روزیاں مانگتے ہیں، نفع نقصان ان کے ہاتھ میں نہیں۔ سب سے بڑی گمراہی یہی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ یہ بت تو ان کے نہایت برے والی اور نہایت برے ساتھی ثابت ہوں گے۔ یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی برے ہیں۔ لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ
إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا، اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے ہی رہتا ہے ○

نیک لوگ: برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند محلات میں عالی درجات میں ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ہیں ان کے علاوہ سب لوگ حواس باختہ ہیں۔ اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى
السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ
بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ﴿١٦﴾

جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسا باندھ کر اپنے حلق میں پھندا پھانس لے پھر دیکھ لے کہ اس کی چالاکیوں سے کیا وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا رہی ہے؟ ○ ہم نے اسی طرح

کفار کا ایک باطل خیال: یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے۔ آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی چاہے ایسا شخص اپنے غصے میں ہار ہی جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنے آپ کو ہلاک کر دے۔ ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی ﷺ کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کیخلاف ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ کی امداد آسمان سے نازل ہو گی۔ ہاں اگر اس کے بس میں تو ہو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری بے بسی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے دین کو' اپنی کتاب کو' اپنے نبی ﷺ کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لئے انہیں چاہئے کہ یہ مر جائیں' اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [1] الخ' ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی ﷺ کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کسی طرح بجھا سکتا ہے؟ اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں۔ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے۔ ہدایت گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس کی حکمت وہی جانتا ہے' کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ وہ سب کا حاکم ہے' وہ رحمتوں والا' عدل والا' غلبے والا' عظمت والا اور علم والا ہے۔ کوئی اس پر مختار نہیں۔ جو چاہے کرے' سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ڰ
اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور مشرکین ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلے کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر گواہ ہے ○

روز قیامت تمام مذاہب والوں کا فیصلہ: صائبین کا بیان مع اختلاف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم واصل کرے گا۔ سب کے اقوال و افعال' ظاہر و باطن اللہ پر عیاں ہیں۔

[1] [سورۃ غافر: آیت ۵۱-۵۲]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ ﴿۱۸﴾ السجدة

کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمان والے اور سب زمین والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی' ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے' جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○

اللہ کے لیے ہر چیز سجدے میں: مستحق عبادت صرف وحدہ لاشریک اللہ ہے اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ بے خوشی۔ ہر چیز کا سجدہ اپنی وضع میں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں اللہ کے سامنے سربسجود ہونا بھی آیت ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ [۱] میں بیان فرمایا ہے آسمانوں کے فرشتے' زمین کے حیوان' انسان' جنات' پرند' چرند' سب کا اس کے سامنے سربسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں۔ سورج' چاند' ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسی لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرو اس کو سجدے کرو جو ان کا خالق ہے بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی ﷺ کو۔ آپ نے فرمایا یہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اس سے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ [۲] سنن ابی داؤد' نسائی' ابن ماجہ اور مسند احمد میں گرہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ [۳]

ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے

---

[۱] [سورۃ النحل: آیت ۴۸]

[۲] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب صفۃ الشمس والقمر (۳۱۹۹) و کتاب التفسیر (۴۸۰۳) و کتاب التوحید (۷۴۲۴) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان (۱۵۹) ترمذی: کتاب الفتن: باب ما جاء فی طلوع الشمس من مغربھا (۲۱۸۶) ابو داؤد: کتاب الحروف و القرائات (۴۰۰۲) مسند احمد (۱۷۷/۵)]

[۳] [**منکر**: ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ: باب من قال یرکع رکعتین (۱۱۹۳) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوات: باب ما جاء فی صلوۃ الکسوف (۱۲۶۲) نسائی: کتاب الکسوف: باب نوع آخر (۱۴۸۶) بیھقی فی السنن الکبری (۳۳۳/۳) مسند احمد (۲۶۷/۴)] امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ شیخ البانیؒ نے اسے منکر کہا ہے۔ [صحیح ابو داود]

اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں۔ پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑنا ہے۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں جب سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا ((اَللّٰھُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) یعنی اے اللہ! اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے پاس اجر وثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا۔ [1] (ترمذی وغیرہ)

تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنا لیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ [2] اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت الٰہی بجالاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کر سکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو اللہ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے شخص بتا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی چاہت کے مطابق فرمایا یہ بھی بتا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے پوچھا پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ کے ارادے سے؟ جواب دیا اللہ کے ارادے سے فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا کہا جہاں وہ چاہے فرمایا پھر کیا بات باقی رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو واللہ میں تیرا سر اڑا دیتا۔

مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا

---

[1] **[حسن** : ترمذی : كتاب الصلوة : باب يقول فى سجود القرآن (٥٧٩) ابن ماجه : كتاب اقامة الصلاة : باب سجود القرآن (١٠٥٣) صحیح ابن خزیمه (٥٦٢) مستدرك حاكم (٢١٩/١) صحيح ابن حبان (٢٧٦٨)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[صحیح ترمذی ، السلسلة الصحيحه (٢٧١٠)]

[2] **[بعضه حسن و بعضه ضعيف** : مسند احمد (٤٤٠/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ تک ﴿ **ولا تتخذوها كرسى** ﴾ حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (١٥٦٢٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے سوائے ان الفاظ کے ﴿ **فرب مركوبة خير من راكبها واكثر ذاكر لله منه** ﴾۔]

جہنمی بن گیا۔ (۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ سورۂ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جو ان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہئے اسے پڑھے ہی نہیں۔ (۲) (ترمذی وغیرہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحب رحمہ اللہ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے اپنی سماعت کی اس میں تشریح کردی ہے اور ان پر بڑی جرح وتدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے۔ ابوداؤد میں فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ سورۂ حج قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ (۳) امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دوبار سجدہ کیا اور فرمایا اسے ان دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ (ابوبکر بن عدی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے' تین سورۂ مفصل میں دو سورۂ حج میں۔ (۴) (ابن ماجہ وغیرہ) یہ سب روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کردیتی ہیں۔

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں پس کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کے کاٹے جائیں گے' اور انکے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی کا تریڑا بہایا جائے گا ○ جس سے انکے پیٹ کی سب چیزیں

---

(۱) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوٰة (۸۱) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب سجود القرآن (۱۰۵۲) مسند احمد (۲/۴۴۳)]

(۲) [حسن : ابو داؤد : کتاب تفریع ابواب السجود و کم سجدة فی القرآن (۱۴۰۲) ترمذی : کتاب الصلوٰة : باب ما جآء فی السجدة فی الحج (۵۷۸) مستدرك حاکم (۱/۲۲۱) دارقطنی (۱/۴۰۸) مسند احمد (۴/۱۵۱)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۳) [ضعیف : المراسیل لابی داود (ص : ۱۳)، (۷۸)] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(۴) [ضعیف : ابو داؤد : کتاب سجود القرآن : باب تفریع ابواب السجود و کم سجدة فی القرآن (۱۴۰۲) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوات : باب عدد سجود القرآن (۱۰۵۷) مستدرك حاکم (۱/۲۲۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود، المشکاة (۱۰۲۹)] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

اور کھالیں اگلادی جائیں گی ○ اور انکی سزا کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں ○ یہ جب بھی وہاں سے وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے جلنے کا عذاب چکھتے رہو ○

مومن اور کافر کی مثال: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں رضی اللہ عنہما اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔ [1] (بخاری و مسلم) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا حضرت قیس فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم اور شیبہ اور عتبہ اور ولید۔ [2] اور قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی علیہ السلام تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لئے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں۔ مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اس لئے تم سے ہم اولیٰ ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے سچا ماننے والے اور جھٹلانے والے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت میں مومن و کافر کی مثال ہے وہ قیامت میں مختلف تھے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے۔ دوزخ کی مانگ تھی کہ مجھے سزا کی چیز بنا۔ اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آسکتا ہے۔ مومن اللہ کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجھانے، حق کو پست کرنے اور باطل کے ابھارنے کی فکر میں تھے۔

ابن جریر رحمہ اللہ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم ابلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا۔ جس سے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھلس کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی۔ پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا۔ [3] عبداللہ بن سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈولچے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا۔ تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا

---

[1] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب المغازی : باب قتل ابی جهل (٣٩٦٦) و کتاب التفسیر : باب هذان خصمان اختصموا فی ربهم (٣٩٤٣) صحیح مسلم : کتاب التفسیر : باب فی قوله تعالیٰ هذان خصمان اختصموا فی ربهم (٣٠٣٣)]

[2] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : سورة الحج (٤٧٤٤)]

[3] [**ضعیف** : ترمذی : کتاب صفة جهنم : باب ما جآء فی صفة شراب اهل النار (٢٥٨٢) تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٩٩٣)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، المشکاة (٥٦٧٩)]

مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی ٹھکائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ [1] (مسند) آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیئے جائیں گے اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بو کے مارے ہلاک ہو جائیں [2] (مسند احمد) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔

حضرت سلمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت زید رحمہ اللہ کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو۔ جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے۔ [3] زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوْٓا
اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا ○ پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی ○

اہل جنت کے محلات: اوپر دوزخیوں کا' ان کی سزاؤں کا' ان کے طوق وزنجیر کا' ان کے جلنے جھلسنے کا' ان کے آگ کے لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا' وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات کے چاروں طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی جہاں چاہیں گے وہیں خود

---

[1] [ضعیف: مسند احمد (۳/۲۹) مسند ابو یعلی (۱۳۸۸) اس میں ابن لہیعہ اور دراج ضعیف ہے۔]

[2] [ضعیف: مسند احمد (۳/۸۳) مسند ابو یعلی (۱۳۷۷) اس میں بھی ابن لہیعہ اور دراج ضعیف ہے۔]

[3] [سورۃ السجدہ: آیت ۲۰]

بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا۔ سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں گے۔
متفق علیہ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ [1] کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اس طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں جنتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ جیسے سورۂ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے اور چاندی کے کنگن ہوں گے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے۔ یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سعی کا نتیجہ۔

صحیح حدیث میں ہے ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ [2] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ ان کو پاک بات سکھا دی گئی۔ جیسے فرمان ہے ﴿تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ﴾ [3] ایماندار بحکم الٰہی جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہوگا۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا ہی اچھا انجام ہوا۔

اور جگہ فرمایا ﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ [4] وہاں کوئی لغو بات اور رنج دینے والی بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے۔ پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل لبھانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخیوں کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں، جھڑکے جاتے ہیں اور سرزنش کی جا رہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو وغیرہ۔ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بیساختہ ان کی زبان سے اللہ کی حمد ادا ہونے لگی۔ کیونکہ بیشمار بے نظیر رحمتیں پا لیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح بہشتیوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہوگا۔ [5] بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے حدیث کے ورد اور اذکار ہیں اور صراط حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے۔ یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں۔ واللہ اعلم

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الطهارة : باب تبلیغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء (۲۵۰) نسائی (۱۴۹) مسند احمد (۲/۲۳۲)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب اللباس : باب لبس الحریر للرجال وقدر ما یجوز منه (۵۸۳۰) صحیح مسلم : کتاب اللباس : باب تحریم لبس الحریر وغیر ذلك للرجال (۲۰۶۹)]

[3] [سورۃ ابراھیم: آیت ۲۳]   [4] [سورۃ الواقعه: آیت ۲۵۔۲۶]

[5] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب فی صفات الجنة واهلها (۲۸۳۵) مسند احمد (۳/۳۴۹)]

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾

جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لئے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں، جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے ○

مسجد حرام سے روکنے والے کفار کی تردید: اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ [1] الخ، میں ہے یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے۔ پھر یہ بھی فعل ہے کہ اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ﴾ [2] الخ، یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مسجد حرام جو اللہ نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم اور مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی نہیں رکھی۔ اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی۔ وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرون ممالک کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعی، امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی موجودگی میں اختلاف کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تو فرمانے لگے مکے کی حویلیاں ملکیت میں لائی جا سکتی ہیں۔ ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جا سکتی ہیں۔ دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کل آپ مکے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لئے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا۔ [3] اور دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ہم نوا ہیں۔

---

[1] [سورة البقرہ: آیت ١٧] [2] [سورة الرعد: آیت ٢٨]

[3] [**صحيح**: صحيح بخاري: كتاب المغازي: باب اين ركز النبي الراية يوم الفتح (٤٢٨٢) صحيح مسلم: كتاب الحج: باب النزول بمكة للحاج و توريث دورها (١٣٥١) ابن ماجه: كتاب المناسك: باب دخول مكة (٢٩٤٢)، (٢٧٣٠) ابو داؤد: كتاب الفرائض: باب هل يرث المسلم الكافر (٢٩١٠) مسند احمد (٥/٢٠١)]

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ ورثے میں بٹ نہیں سکتے نہ کرائے پر دیئے جا سکتے ہیں۔ سلف میں ایک جماعت یہی کہتی ہے مجاہد اور عطا رحمہما اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت استعمال کی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اوروں کو بسنے کے لئے دے دیتے۔ [1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نہ تو مکے شریف کے مکانوں کو بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا۔ حضرت عطا رحمہ اللہ بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکے شریف کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ صحن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو نے بنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا انہوں نے آ کر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔ عطا فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکے شریف کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ان دونوں کے درمیان کا مسلک پسند فرمایا ہے یعنی ملکیت کو اور ورثے کو تو جائز بتایا ہاں کرائے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ بالحاد میں ((بـا)) زائد ہے جیسے تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ میں۔ [2] اور اعشی کے شعر ((ضَمِنَتْ بِرِزْقِ عِيَالِنَا اَرْمَاحُنَا)) الخ، میں یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں الخ، اور شاعروں کے اشعار میں ((بـا)) کا ایسے موقعوں پر زائد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل ((يَهُــــمُّ)) کے معنی کا متضمن ہے اس لئے ((با)) کے ساتھ متعدی ہوا ہے۔ الحاد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے ﴿ بِظُلْمٍ ﴾ سے مراد قصداً ہے۔ تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے۔ اور معنی شرک کے غیر اللہ کی عبادت کے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں اللہ کے حرام کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ، قتل، بے جا ظلم وستم وغیرہ۔ ایسے لوگ دردناک عذابوں کے سزاوار ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو بھی یہاں برا کام کرے یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بدکام کا ارادہ بھی کر لیں تو بھی انہیں سزا ہوتی ہے چاہے اسے عملاً نہ کریں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد وظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

---

[1] [ضعیف : ابن ماجه : كتاب المناسك : باب اجر بيوت مكة (٣١٠٧)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابن ماجه] مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة المومنون: آیت ٢٠]

حضرت شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس نے تو اس کو مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع نہیں کرتا۔ [1] اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے عموماً قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے' واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن بیٹھ کر بھی یہاں کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہاں یا نہیں کہنے پر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے امیر شخص کا یہاں تجارت کرنا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا۔ حبیب بن ابو ثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اناج کو یہاں روک رکھنا۔

ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول سے یہی منقول ہے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن انیس کے بارے میں اتری ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا اس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ جو الحاد کے بعد مکہ کی پناہ لے۔ [3] ان آثار سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ اہم بات ہے بلکہ اس سے بڑی چیز پر اس میں تنبیہ ہے۔ اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول بھیج دیئے جنھوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنا دیئے گئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول آخر کے دھنسا دیئے جائیں گے' [4] الخ۔ حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن وانس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا [5] (مسند احمد)

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (١٤١/١٧) الدر المنثور للسیوطی (٦٣٣/٤) مسند احمد (٤٢٨/١) مسند ابو یعلی (٥٣٨٤) مستدرك حاکم (٣٨٨/٢) مسند بزار (٢٢٣٦)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (٧٣/٧)]

[2] [**ضعیف** : ابو داؤد: کتاب المناسك : باب تحریم مکة (٢٠٢٠) التاریخ الکبیر للبخاری (٢٥٥/٧) الدر المنثور للسیوطی (٦٣٣/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود (٤٤٠) ضعیف الجامع الصغیر (١٨٤)]

[3] [**ضعیف** : ابن ابی حاتم ۔ اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہے۔]

[4] [**صحیح** : صحیح بخاری: کتاب البیوع : باب ما ذکر فی الاسواق (٢١١٨)]

[5] [مسند احمد (١٣٦/٢)] شیخ شعیب ارناؤوط اور امام ہیثمیؒ نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [الموسوعة الحدیثیة (٦٢٠٠) مجمع الزوائد] حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔ [1]

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبے کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا ○ لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آ جائیں گے ○

توحید ہی مسجد حرام کی اولین بنیاد: یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا اس گھر کے بانی خلیل اللہ علیہ السلام ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا۔ آنحضور ﷺ سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ حضور ﷺ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی ؟ فرمایا مسجد حرام۔ میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس۔ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا۔ [2] اللہ کا فرمان ہے ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ [3] الخ، دو آیتوں تک۔ اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا الخ، بیت اللہ شریف کی بناء کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لئے جو موحد ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے۔ پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا، قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلہ کی طرف منہ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟۔ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا

---

[1] [مسند احمد (۲/۱۹۶)] شیخ شعیب ارناؤوط اور امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ اور صحیح کے راوی ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۷۰۴۳) مجمع الزوائد (۳/۲۸۴)] حافظ زبیر علی زئی نے اسے بھی حسن کہا ہے۔]

[2] **صحیح:** صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء (۳۳۶۶-۳۴۲۵) صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ (۵۲۰) ابن ماجہ: کتاب المساجد والجماعات: باب ای مسجد وضع اولا (۷۵۳) نسائی: کتاب المساجد: باب ذکر أی مسجد وضع اولا (۶۹۱) مسند احمد (۱۵۰/۵)]

[3] [سورة آل عمران: آیت ۹۶-۹۷]

کی لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند لبیک پکارا۔ بہت سے سلف سے یہ منقول ہے، واللہ اعلم۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا۔ تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدردانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود کمال قدرت کے پاپیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور ﷺ کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ﴾ [1] لوگوں کے دلوں کو اسے تو ان کی طرف متوجہ کردے۔ آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے)

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

اپنے فائدے کے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم آپ بھی اسے کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ ○ پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف ادا کریں ○

حج میں دنیوی واخروی فوائد: دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل کرنے کے لئے آئیں۔ اللہ کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی فائدہ اٹھائیں۔ جیسے فرمایا ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [2] الخ، موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں۔ مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں، بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہو [3] (صحیح بخاری) میں

---

[1] [سورة ابراهيم: آيت ۳۷]   [2] [سورة البقرة: آيت ۱۹۸]

[3] [**صحيح**: صحيح بخارى : كتاب العيدين : باب فضل العمل فى ايام التشريق (۹۶۹) ترمذى : كتاب الصوم باب ما جآء فى العمل فى ايام العشر (۷۵۷) ابن ماجه : كتاب الصيام : باب صيام العشر (۱۷۲۷) ابو داؤد : كتاب الصوم : باب فى صوم العشر (۲۴۳۸) مسند احمد (۱/ ۲۲۴)]

نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) اور ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ)) اور ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ)) بکثرت پڑھا کرو۔ [1] انہی دس دنوں کی قسم ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [2] کی آیت میں ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں ﴿وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ﴾ [3] سے بھی مراد یہی دن ہیں۔ ابوداؤد میں ہے حضور ﷺ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے۔ [4] بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عمر‘ ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے‘ بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیریں پڑھنے لگتے۔ [5] ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں۔ [6] (صحیح مسلم شریف) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ نماز‘ روزہ‘ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری عشرہ میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ انہیں میں لیلۃ القدر ہے۔ جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل راتیں‘ رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔ اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ ایام معلومات کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے اور ایک روایت سے امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن۔ اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد کے تین دن۔ اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک صحیح ہیں۔ سدی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری ﴿عَلٰى مَا

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۷۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے (یعنی شواہد کی بنا پر یہ صحیح ہے)۔ [الموسوعة الحديثية (٥٤٤٦)]

[2] [سورة الفجر: آیت ۱۔۲] [3] [سورة الاعراف: آیت ١٤٢]

[4] [صحیح: ابو داؤد: كتاب الصيام: باب من قال الاثنين والخميس (٢٤٥٢) نسائی: كتاب الصيام: باب صوم النبي بابي وامي (٢٣٧١)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[5] [صحيح بخاری: كتاب العيدين: باب فضل العمل في ايام التشريق]

[6] [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الصيام: باب استحباب صيام ثلاثة ايام من كل شهر (١١٦٢) ابوداؤد: كتاب الصيام: باب في صوم الدهر تطوعا (٢٤٢٥) ابن ماجه: كتاب الصيام: باب صيام يوم عرفة (١٧٣٠) ترمذی: كتاب الصوم: باب ما جاء في فضل الصوم عرفة (٧٤٩)]

﴿رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت اسلم سے مروی ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔ ((بھیمۃ الانعام)) سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں۔ جیسے سورۂ انعام کی آیت ﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ [1] میں مفصل موجود ہے۔

پھر فرمایا اسے خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ۔ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحباب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکا لیا جائے پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ [2] امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس کے گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت عطا رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم ﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ [3] کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھیلو۔ اور سورۂ جمعہ میں فرمان ہے ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ﴾ [4] جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لئے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گوشت کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا حصہ فقیر فقراء کا۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہئیں تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لئے اور تہائی صدقہ کرنے کے لئے۔ پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت ﴿وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [5] کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا پورا بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ سے مطلب وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو بیمار ہو کم بینائی والا ہو۔

حج کے مسائل: پھر وہ احرام کھول ڈالیں سر منڈوالیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوالیں وغیرہ احکام حج پورے کر لیں۔ نذریں پوری کر لیں حج کی قربانی کی اور جو ہو۔ پس جو شخص حج کے لئے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا مروہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلفے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے۔ ان

---

[1] [سورة الانعام: آیت ۱۴۳]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

[3] [المائدہ: ۲] [4] [الجمعه: ۱۰] [5] [الحج: ۳۶]

تمام احکام کو پورا کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی' پھر سر منڈوایا' پھر لوٹ کر بیت اللہ آ کر طواف بیت اللہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو۔ ہاں البتہ حائضہ عورتوں کو رعایت کر دی گئی ہے۔ [1] بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء میں یہ داخل تھا گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بناء ابراہیم کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ [2] پہلے اسی طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لئے اسے پرانا گھر کہا گیا یہی سب سے پہلا اللہ کا گھر ہے۔ اور وجہ یہ بھی ہے کہ طوفان نوح میں سلامت رہا۔ اور یہ بھی وجہ کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا۔ یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا۔ اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا ہے۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے [3] جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسلاً بھی مروی ہے۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَاۗءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۗءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے ہیں بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب طواف الوداع (۱۷۵۵) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض (۱۳۲۸)]

[2] [الدر المنثور للسیوطی (۶/۴۱)]

[3] [ضعیف : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة الحج (۳۱۷۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۱۱۷) مستدرك حاکم (۲/۳۸۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی ، السلسلة الضعیفه (۳۲۲۲)]

چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ○ اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔ سنو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا تو گویا آسمان سے گر پڑا اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی ○

بت پرستی سے بچو: فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان۔ اب اور سنو جو شخص حرمات الٰہی کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچے' ان کے کرنے سے اپنے آپ کو روکے اور ان سے بھاگتا رہے اس کے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے مکہ حج عمرہ بھی حرمات الٰہی ہیں۔ تمہارے لئے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ جو مشرکوں نے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ اللہ نے نہیں بتلائے۔ اللہ کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور' بوقت ذبح بہا ہوا خون' سور کا گوشت' اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا' گلا گھٹا ہوا وغیرہ۔

تمہیں چاہئے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو ((مـن)) یہاں پر بیان جنس کے لئے ہے۔ اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ [1] الخ' یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ اور گناہوں کو اور سرکشی کو اور بے علمی کے ساتھ اللہ پر باتیں بنانے کو۔ اسی میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا ارشاد ہو فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا پھر تکیے سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا۔ اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ اب نہ فرماتے۔ [2] مسند احمد میں حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی پھر آپ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا۔ [3] اور روایت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ [4] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا

---

[1] [سورة الاعراف: آیت ۳۳]

[2] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الشهادات : باب ما قیل فی شهادة الزور (۲٦٥٤) و کتاب الادب (٥٩٧٦) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب بیان الکبائر و اکبرها (۸۷) ترمذی : کتاب البر و الصلة : باب ماجاء فی حقوق الوالدین (۱۹۰۱)، (۲۳۰۱) (۳۰۱۹)]

[3] **[ضعیف** : مسند احمد (۱۷۸/٤) ترمذی : کتاب الشهادات : باب ماجاء فی شهادة الزور (۲۲۹۹) ابوداود : کتاب القضاء : باب فی شهادة الزور (۳٥۹۹)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، ضعیف ابوداود] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] **[ضعیف** : مسند احمد (۳۲۱/٤) ابو داؤد : کتاب القضاء : باب فی شهادة الزور (۳٥۹۹) ابن ماجه (۲۳۷۲) ترمذی (۲۳۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه، السلسلة الضعيفة (۱۱۱۰)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

یہ فرمان ہے۔ اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو۔ باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندے ہی اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور وہیں سے پھینک دی جاتی ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ سورۂ ابراہیم میں گزر چکی ہے۔ سورۂ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے۔ یہ اس کی مثل کے ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے۔ الخ۔

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾

یہ سن لیا اب اور سنو اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے ○ ان میں تمہارے لئے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے ○

حجاج کے لیے قربانی کے جانور: اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت و عزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں فربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا۔ [1] (بخاری شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ [2] (مسند احمد، ابن ماجہ) پس اگر چہ اور رنگت جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے اپنی قربانی میں ذبح کئے۔ [3] ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا بڑا سینگ والا چتکبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا۔ [4] (سنن)

---

[1] [صحیح بخاری تعلیقا : کتاب الاضاحی ، فتح الباری (۹/۱۰)]

[2] [حسن : مسند احمد (۲/۴۱۷) مستدرك حاکم (۴/۲۲۷)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [صحیح الجامع الصغیر (۳۳۹۲) السلسلة الصحيحة (۱۸۶۱)] البتہ شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (۹۳۹۳)]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاضاحی : باب التکبیر عند الذبح (۵۵۶۵) صحیح مسلم : کتاب الاضاحی : باب استحباب استحسان (۱۹۶۶) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ماجاء فی الاضحیة بکبشین (۱۴۹۴) نسائی : کتاب الضحایا : باب الکبش (۴۳۹۳) مسند احمد (۳/۱۷۰)]

[4] [صحیح : ابوداؤد : کتاب الاضاحی : باب ما یستحب من الضحایا (۲۷۹۶) ابن ماجه : کتاب الاضاحی : باب ما یستحب من الاضاحی (۳۱۲۸) ترمذی : کتاب الاضاحی : باب ما جآء فی ما یستحب من الاضاحی (۱۴۹۶)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود ، المشكاة (۱۳۶۶)]

امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے دو مینڈھے بہت موٹے تازے چکنے چتکبرے خصی ذبح کیے۔ (1) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں۔ اور آگے سے کٹے ہوئے کان والے پیچھے سے کٹے ہوئے کان والے لمبائی میں چرے ہوئے کان والے یا سوراخ دار کان والے کی قربانی نہ کریں۔ (2) (احمد اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے (3) اس کی شرح میں حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کہ آدھا یا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں ((قصماً)) کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عضب کہتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہی نہیں۔ (بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے، واللہ اعلم۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں کانا جانور جس کا بھینگا ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری کھلی ہوئی ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے کے بغیر کا ہو گیا ہو۔ (4) (احمد و اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے۔ اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں اور یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا۔ اسی لئے اس حدیث کے مطابق امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی

---

(1) [صحیح: ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب اضاحی رسول اللہ (۳۱۲۲)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابن ماجہ، ارواء الغلیل (۱۱۳۸)]

(2) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب مایکرہ من الضحایا (۲۸۰۴) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ ان یضحی بہ (۳۱۴۲) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ من الاضاحی (۱۴۹۸) نسائی: کتاب الضحایا: باب المقابلۃ (۴۳۷۷) مسند احمد (۱/۸۰) صحیح ابو داود للألبانی]

(3) [ضعیف: مسند احمد (۱/۸۳) ابو داؤد: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰۵) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب فی الضحیۃ بعضباء القرن والاذن (۱۵۰۴) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ ان یضحی بہ (۳۱۴۵) نسائی: کتاب الضحایا: باب العضباء (۴۳۸۲)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابو داود، الارواء (۱۱۴۹)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(4) [صحیح: ابو داؤد: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰۲) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب مالا یجوز من الاضاحی (۱۴۹۷) ابن ماجہ: کتاب الاضاحی: باب ما یکرہ ان یضحی بہ (۳۱۴۴) نسائی: کتاب الضحایا: باب ما نہی عنہ من الاضاحی العوراء (۴۳۷۴) مسند احمد (۴/۲۸۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اور شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ، صحیح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

نہ ہو بہت کم ہو امام صاحب کے دونوں قول ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور سینگ ٹوٹے جانور اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے [1] پس ان کل عیوب والے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے۔ہاں اگر قربانی کے لئے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آ جائے مثلاً لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بوٹا توڑ لیا میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم اسی جانور کی قربانی کر سکتے ہو۔ [2] پس خریدتے وقت جانور کا فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہئے جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو۔ [3] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لئے نامزد کیا لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفی لگائی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ اللہ قربان کر دوں آپ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔ [4]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔محمد بن ابی موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈوانا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ شریف ہے۔پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں' اون میں تمہارے لئے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لئے کارآمد ہیں۔یہ سب ایک مقررہ وقت تک۔یعنی جب تک اسے راہ للہ نامزد نہیں کیا ان کا دودھ پیو ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لئے مقرر

---

[1] [ضعیف : ابو داؤد : کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰۳)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود] حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔اس میں ابوحمید راوی مجہول ہے۔]

[2] [ضعیف : مسند احمد (۳۲/۳) بیھقی فی السنن الکبری (۲۸۹/۹) مسند طیالسی (۲۲۳۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سند جابر جعفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام نسائیؒ نے اسے متروک کہا ہے، امام ابن حزمؒ اسے کذاب کہتے ہیں، امام عقیلیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اسے سعید بن جبیر نے کذاب کہا ہے۔نیز اس کی سند میں محمد بن قرظہ راوی مجہول ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔]

[3] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الضحایا : باب ما یکرہ من الضحایا (۲۸۰٤) نسائی : کتاب الضحایا (٤۳۷۷) ابن ماجہ : کتاب الاضاحی (۳۱٤۲) ترمذی : کتاب الاضاحی (۱٤۹۸) مسند احمد (۸۰/۱) مستدرك حاکم (۲۲٤/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [ضعیف : مسند احمد (۱٤٥/۲) ابو داؤد : کتاب المناسك : باب تبدیل الھدی (۱۷٥٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابو داود]

کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری کی اجازت ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور ﷺ میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔ [1] صحیح مسلم شریف میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ [2] ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس کے بچے کو دونوں کو بنام اللہ ذبح کر دے۔

پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ شریف ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾ [3] اور آیت میں ﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ﴾ [4] بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے۔ دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ أَسْلِمُوْا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

ہر ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر نام اللہ لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں' سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ' اے نبی عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے ○ انہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں ○

ہر امت میں قربانی کی مشروعیت: فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا۔ ان کے لئے ایک دن عید کا مقرر تھا۔ وہ بھی اللہ کے نام پر ذبیحہ کرتے تھے۔ سب کے سب مکے شریف میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے۔ تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں۔

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الحج: باب رکوب البدن (١٦٩٠) صحیح مسلم: کتاب الحج: باب جواز رکوب البدنة (١٣٢٢) ابن ماجه: کتاب المناسك: باب رکوب البدن (٣١٠٤) ترمذی: کتاب الحج: باب ما جآء فی رکوب البدنة (٩١١)]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب جواز رکوب البدنة (١٣٢٤) نسائی: کتاب المناسك (٢٨٠١) ابو داؤد: کتاب المناسك (١٧٦١) مسند احمد (٣/٣٢٤)]

[3] [سورة المائدہ: آیت ٩٥] [4] [سورة الفتح: آیت ٢٥]

حضور ﷺ کے پاس بھی دو مینڈھے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر ﴿بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ﴾ پڑھ کر ذبح کیا۔ [1]

مسند احمد میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ پوچھا ہمیں اس میں کوئی ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ دریافت کیا اور ''اون'' کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کے ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی۔ اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ بھی لائے ہیں۔ [2] تم سب کا اللہ ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام ادل بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں' اللہ کی یگانگت میں' کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا۔ سب اللہ کی توحید' اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے۔ سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی۔ پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ' اس کے ہو کر رہو' اس کے احکام کی پابندی کرو' اس کی اطاعت میں استحکام کرو۔ جو لوگ مطمئن ہیں' جو متواضع ہیں' جو تقوے والے ہیں' جو ظلم سے بیزار ہیں' مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں' مرضی مولا' رضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبریاں سنا دیں' وہ مبارکباد کے قابل ہیں۔ جو ذکر الٰہی سنتے ہیں دل نرم' اور خوف الٰہی سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں' کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں' مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں واللہ! اگر تم نے صبر و برداشت کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیئے جاؤ گے۔ **والمقیمی** کی قرات اضافت کے ساتھ تو جمہور کی ہے۔ لیکن ابن سمیقع نے ((وَالْمُقِيْمِي)) پڑھا ہے اور الصلوٰۃ کا زبر پڑھا ہے۔ امام حسن رحمہ اللہ نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن الصلوٰۃَ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ خفی کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زبر لازم ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ فریضہ الٰہی کے پابند ہیں اور اللہ کا حق ادا کرنے والے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں' اپنے گھرانے کے لوگوں کو' فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں سب کے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں۔ اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں۔ سورۂ براۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بحمد للہ ہم کر آئے ہیں۔

---

[1] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب الاضاحی: باب التکبیر عند الذبح (٥٥٦٤) صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب استحباب استحسان الضحیة (١٩٦٦)]

[2] [**ضعیف**: مسند احمد (٣٦٨/٤) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب ثواب الاضحیة (٣١٢٧) طبرانی کبیر (١٩٧/٥) مسند عبد بن حمید (٢٥٩) مستدرك حاكم (٣٨٩/٢)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابن ماجه] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں نفیع راوی ضعیف ہے، اسی طرح عائذ اللہ کو بھی امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے متروک کہا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔]

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾

قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر دیئے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا نام اللہ پڑھ کر نحر کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارا ماتحت کر رکھا ہے کہ تم شکر گزاری کرو ○

قربانی کے اونٹ اللہ کے شعائر میں سے: یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ [1] الخ' نہ تو اللہ کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے کی گستاخی کرو لہٰذا ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے۔ وہ بدن میں داخل ہے۔ گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ [2] امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں مسند احمد اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروی نفع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں' کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو [3] (ابن ماجہ' ترمذی) حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی خرچ کا افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک

---

[1] [سورۃ المائدہ: آیت ۲]

[2] **[صحیح:** صحیح مسلم: کتاب الحج: باب جواز الاشتراك فی الهدی (۱۳۱۸) ابو داؤد: کتاب الاضاحی: باب فی البقر والجزور (۲۸۰۹) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب البدنة علی سبعة والبقرة (۳۱۳۲) ترمذی: کتاب الاضاحی: با ما جآء فی الاشتراك فی الاضحیة (۱۵۰۲)]

[3] **[ضعیف:** ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء فی فضل الاضحیة (۱۴۹۳) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب ثواب الاضحیة (۳۱۲۶)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (۱۰۱/۲)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابو مثنی راوی ضعیف ہے۔]

بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز افضل نہیں۔ [1] (دار قطنی) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے، نفع ہے، ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو، سوار ہو سکتے ہو۔ پر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عید الاضحیٰ کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ کے سامنے مینڈھا لایا گیا جسے آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے [2] (احمد، داؤد، ترمذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ کے پاس دو مینڈھے لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [3] ﴿اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [4] ﴿اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ﴾ پڑھ کر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہہ کر ذبح کر ڈالا۔ [5]

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ دو مینڈھے موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چتکبرے خریدتے، جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا وہیں عیدگاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ! یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے یہ محمد ﷺ اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے۔ [6] (احمد ابن ماجہ)

صواف کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ)) پڑھ کر اسے نحر کرنے کے کئے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا کھڑا کر دے

---

(1) [ضعیف : دار قطنی (٤/٢٨٢)] اس میں ابراہیم خوزی راوی متروک ہے۔]

(2) [صحیح : ابو داؤد : كتاب الضحايا : باب في الشاة يضحي بها عن جماعة (٢٨١٠) ترمذی : كتاب الاضاحی : باب ما يقول اذا ذبح (١٥٢١) مسند ابو يعلی (١٧٩٢) مسند احمد (٣/٣٦٢) مستدرك حاكم (٤/٢٢٩)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود ، ارواء الغليل (١١٣٨)]

(3) [سورۃ الانعام: آیت ٧٩]

(4) [سورۃ الانعام: آیت ١٦٢-١٦٣]

(5) [ضعیف : ابو داؤد : كتاب الاضاحی : باب ما يستحب من الضحايا (٢٧٩٥) ابن ماجه : كتاب الاضاحی : باب اضاحی رسول الله (٣١٢١)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ابوداود ، المشكاة (١٤٦١)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

(6) [صحیح : مسند احمد (٦/٨) ابن ماجه : كتاب الاضاحی : باب اضاحی رسول الله (٣١٢٢)] شیخ البانی ؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابن ماجه ، ارواء الغليل (١١٣٨)]

اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابو القاسم ﷺ کی۔ [1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے۔ [2] (ابوداؤد) حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن عبدالملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ حجۃ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں حربہ تھا جس سے آپ زخمی کر رہے تھے۔ [3] ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں صوافن ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر۔ صواف کے معنی خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اوروں کو بھی کھلاؤ نیزہ مارتے ہی ٹکڑے کاٹنے شروع نہ کرو جب تک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے۔ دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو، چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ [4] فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے۔ [5] (احمد، ابوداؤد، ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی دو خواہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ دربدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتر وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن تاہم سوال نہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے۔ اور معتر وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی کا اظہار کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانے والا۔ اور معتر سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الحج : باب نحر الابل مقیدہ (۱۷۱۳) صحیح مسلم : کتاب الحج: باب نحر البدن قیاما معقولة (۱۳۲۰) ابو داؤد (۱۷۶۸) مسند احمد (۳/۲)]

[2] [صحیح : ابو داؤد (۱۷۶۷) صحیح ابوداود]

[3] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحج : باب حجة النبی (۱۲۱۸)]

[4] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الصید والذبائح : باب الامر باحسان الذبح (۱۹۵۵) ابو داؤد : کتاب الاضاحی : باب فی النهی ان تصبر البهائم (۲۸۱۵) ابن ماجه : کتاب الذبائح : باب اذا ذبحتم فاحسنو الذبح (۳۱۷۰) نسائی : کتاب الضحایا : باب الامر باحداد الشفرة (۴۴۱۰) ترمذی : کتاب الدیات : باب ماجاء فی النهی عن المثلة (۱۴۰۹) مسند احمد (۱۲۳/۴)]

[5] [صحیح : ابو داؤد: کتاب الصید : باب صید قطع منه قطعة (۲۸۵۸) ترمذی : کتاب الاطعمة : باب ما قطع من الحی فهو میت (۱۴۸۰) مستدرك حاكم (۲۳۹/۴) مسند احمد (۲۱۸/۵)] امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی نے اسے حسن کہا ہے۔]

مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں جو آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں۔ وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے۔ اور معتر سے مراد وہ جو ہیرے پھیرے کرے کہ کچھ مل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں۔ تہائی اپنے کھانے کو' تہائی دوستوں کے دینے کو' تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو۔ [1] اور روایت میں ہے کہ کھاؤ جمع کرو اور صدقہ کرو۔ [2] اور روایت میں ہے کھاؤ اور کھلاؤ اور راہ للہ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ' جمع' ذخیرہ کرو اور راہ للہ دو۔ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض تو کہتے ہیں اس پر ویسی ہی قربانی یا اس کی قیمت ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے' بعض آدھا گوشت۔ بعض کہتے ہیں اس کے اجزاء میں سے چھوٹے سے چھوٹے جزء کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے۔ کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی اللہ دو اور اس کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں۔ [3] بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے۔ بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

مسئلہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی۔ اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے والوں کے لئے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ [4] (بخاری مسلم) اسی

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب بیان ما کان فی النھی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث (۱۹۷۷) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء فی الرخصة فی اکلھا بعد ثلاث (۱۵۱۰) ابن ماجه: کتاب الاشربه: باب ما رخص فیه من ذلك (۳۴۰۵) نسائی: کتاب الاشربة: باب الاذن فی شیء منها (۵۶۵۵)]

[2] [**صحیح**: صحیح مسلم (۱۹۷۱) نسائی: کتاب الضحایا: باب الادخار من الاضاحی (۴۴۳۶) ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب فی حبس لحوم الاضاحی (۲۸۱۲)]

[3] [**ضعیف**: مسند احمد (۱۵/۴) مجمع الزوائد (۲۶/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ ابن جریج مدلس ہے اور اس نے عن سے روایت بیان کی ہے اور زبید کسی بھی صحابی کو نہی ملا لہٰذا یہ منقطع بھی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۶۲۱۱)] حافظ زبیر علی زئی بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[4] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب العیدین: باب سنة العیدین (۹۵۱۔ ۹۵۵) صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب فی وقتھا (۱۹۶۱) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء فی الذبح بعد الصلوٰۃ (۱۵۰۸) ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب ما یجوز من السن فی الضحایا (۲۸۰۰) نسائی: کتاب العیدین: باب الخطبة فی العیدین بعد الصلوٰۃ (۱۵۷۱) مسند احمد (۳۰۳/۴)]

لئے امام شافعی رحمہ اللہ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو۔ [1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو لے قربانی نہ کریں۔ واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ لیکن گاؤں والوں کے لئے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارھویں تاریخ سب کے لئے قربانی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد تین دن جو ایام تشریق کے ہیں۔ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں [2] (احمد، ابن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرماں بردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری کر لو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھا لو۔ جیسے سورۂ یٰسین میں ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا﴾ سے ﴿أَفَلَا تَشْكُرُونَ﴾ [3] تک بیان ہوا ہے۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری، ناقدری نہ کرو۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے، اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکریئے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو، نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دے ○

اللہ تعالیٰ کو صرف تقویٰ پہنچتا ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے۔ اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ قربانیوں کے گوشت و خون سے اللہ کو کوئی نفع ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی ہے اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔ جاہلیت کی بیوقوفی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب سن الاضحیة (١٩٦٤)]

[2] [**ضعیف و منقطع**: مسند احمد (٨٢/٤) بیہقی فی السنن الکبری (٢٩٥/٥) ابن حبان فی الموارد (١٠٠٨) طبرانی (١٣٨/٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [سورۃ یسین: آیت ٧١-٧٣]

کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑکتے' مسلمان ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ [1] اور حدیث میں ہے کہ خیرات وصدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ [2] اس کا مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔ عامر شعبی رحمہ اللہ سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت وخون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو' اگر چاہو خود رکھ لو' اگر چاہو راہ اللہ دے دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے۔ کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور نامرضی کے کاموں سے رک جاؤ۔ اور اس کی عظمت وکبریائی بیان کرو۔ جو لوگ نیک کار ہیں' حدود اللہ کے پابند ہیں' شریعت کے عامل ہیں' رسولوں کی صداقت تسلیم کرتے ہیں' وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہ' مالک ثوری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ [3] اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اسے منکر فرماتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے۔ [4] (ترمذی) امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب وفرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں۔ [5] یہ بھی روایت پہلے

---

[1] [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم الظلم المسلم وخذله واحتقاره (٢٥٦٤)]

[2] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء فی فضل الاضحیة (١٤٩٣) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب ثواب الاضحیة (٣١٢٦)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، التعلیق الرغیب (١٠١/٢) السلسلة الضعیفة (٥٢٦)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس میں ابوثنیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[3] [**حسن**: مسند احمد (٣٢١/٢) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب الاضاحی واجبة هي ام لا؟ (٣١٢٣) مستدرك حاکم (٣٨٩/٢) دار قطنی (٢٨٥/٤) ابن عدی فی الکامل (٢٤٢/٦)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق الرغیب (١٠٣/٢) تخریج مشکلة الفقر (١٠٢)] حافظ زبیر علی زئی بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ تاہم شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور شیخ البانیؒ نے جو اسے حسن کہا ہے وہ ان کی غلطی ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (٨٢٧٣)]

[4] [**ضعیف**: مسند احمد (٣٨/٢) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب الدلیل علی ان الاضحیة سنة (١٥٠٧) ضعیف ترمذی للألبانی]

[5] [**ضعیف**: ابن ماجه: کتاب الزکاة: باب ما ادی زکاته لیس بکنز (١٧٨٩) ضعیف ابن ماجه، السلسلة الضعیفة (٤٣٨٣)]

بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی پس وجوب ساقط ہوگیا۔ حضرت شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے' جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کرلی باقی سب نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم ((رجبیــــہ)) کہتے ہو۔ [1] اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ للہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے' اوروں کو بھی کھلاتے۔ پھر لوگوں نے اس میں وہ کرلیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ [2] (ترمذی' ابن ماجہ) حضرت عبداللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔ [3] (بخاری) اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر **مسنہ** بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔ [4] زہری رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ جزعہ یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام نہیں آ سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جزعہ کافی ہے۔ لیکن یہ دونوں قول افراط تفریط والے ہیں۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو ثنی ہو۔ اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو ثنی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھٹے میں لگ جائے۔ اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گزار کر چوتھے میں لگ گیا ہو۔ اور بکری کا ثنی وہ ہے جو دو سال گزار چکا ہو اور جذعہ کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہوگیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو۔ ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں۔ اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں۔ جب تک کہ اسکی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے' واللہ اعلم۔

---

[1] [حسن: ابو داؤد: کتاب الضحایا: باب ما جآء فی ایجاب الاضاحی (۲۷۸۸) نسائی: کتاب الفرع والعتیرة (۴۲۲۹) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب الاضاحی واجبة ام لا (۳۱۲۵) ترمذی: کتاب الاضاحی: باب الاضحية فی کل عام (۱۵۱۸) صحيح ابوداود، صحيح ترمذی للألبانی]

[2] [صحیح: ترمذی: کتاب الاضاحی: باب ما جآء ان الشاة الواحدة تجزی عن اهل البت (۱۵۰۵) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب من ضحی بشاة عن اهله (۳۱۴۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذی، ارواء الغليل (۱۱۴۲)]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاحکام: باب بیعة الصغیر (۷۲۱۰)]

[4] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الاضاحی: باب سن الاضحية (۱۹۶۳) ابو داؤد: کتاب الضحايا: باب ما يجوز فی الضحايا من السن (۲۷۹۷) ابن ماجه: کتاب الاضاحی: باب يجزئ من الاضاحی (۳۱۴۱) نسائی: کتاب الضحایا: باب المسنة والجزعة (۴۳۸۳) مسند احمد (۳/۳۱۲)]

إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾

سن رکھو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا' کوئی خیانت کرنے والا ناشکرا اللہ کو ہرگز پسند نہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے' شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے' اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے' اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [1] یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [2] الخ' جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ آپ اسے کافی ہے الخ' دغا باز ناشکرے اللہ کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے اللہ کی نعمتوں کے منکر اللہ کے پیار سے دور ہیں۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں' بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے ○ یہ وہ ہیں جنہیں بلا وجہ ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار رفقط اللہ ہے' اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسروں سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں بھی ویران کردی جاتیں جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے' جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا' بے شک اللہ تعالیٰ قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے ○

جہاد کی اجازت دے دی گئی: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مکے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکے سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری۔ بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری۔ اس سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے شریف سے ہجرت کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا کہ افسوس کفار نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے نکالا یقیناً یہ تباہ ہوں گے۔ پھر یہ آیت اتری تو صدیق رضی اللہ عنہ نے جان لیا

---

[1] [سورۃ الزمر: آیت ۳۶]

[2] [سورۃ الطلاق : آیت ۳]

کہ جنگ ہو کر رہے گی۔ [1] اللہ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کردے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اسی لئے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو۔ الخ، اور آیت میں ہے فرمایا ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ﴾ [2] الخ، ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کے حوصلے نکالنے کا موقع دے گا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق توبہ دے گا اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ﴾ [3] الخ، یعنی کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک تو وہ کھل کر سامنے نہیں آئے جو مجاہد ہیں، اللہ، رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے۔ سمجھ لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم نے ہی گمان کیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین اور صابرین دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے۔ [4] اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ﴾ [5] ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے نمایاں ہو جائیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کی امداد پر قادر ہے۔ اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا۔ جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لئے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک ٹھاک تھا۔ جب حضور ﷺ مکے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل بیٹھتا۔ چنانچہ جب لیلۃ العقبہ میں انصاریوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا اگر حضور ﷺ حکم دیں تو اس وقت منیٰ میں اتنے مشرکین جمع ہیں ان پر شبخون ماریں۔ لیکن آپ نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھے۔ جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی، جب وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے حضور ﷺ کو سخت ایذائیں دیتے دیتے اب آپ کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے آپ کو جلا وطن کرنے کے منصوبے گانٹھنے لگے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیئے۔ بیک بینی و دو گوش وطن مال اسباب، اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جس کا موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے۔ یہاں تک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے شریف میں ہوا۔ اہل مدینہ محمدی جھنڈے تلے جوش و خروش سے جمع لشکری صورت مرتب ہو گئی۔ کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے، قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی۔ اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے تو سب سے پہلے یہی آیت اتری۔ اس میں بیان فرمایا

---

[1] [صحیح الاسناد: مسند احمد (۲۱۶/۱) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورة الحج (۳۱۷۱) نسائی: کتاب الجهاد: باب وجوب الجهاد (۳۰۸۷)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [سورة التوبه: آیت ۱۴-۱۵]

[3] [سورة التوبه: آیت ۱۶]

[4] [سورة آل عمران: آیت ۱۴۲]

[5] [سورة محمد: آیت ۳۱]

گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں' ان کے گھر بار ان سے چھین لئے گئے ہیں' بے وجہ گھر سے بے گھر کر دیئے گئے ہیں' مکے سے نکال دیئے گئے' مدینے میں بے سروسامانی میں پہنچے۔ ان کا کوئی جرم بجز اس کے سوا نہ تھا کہ صرف اللہ کے پرستار تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے۔ یہ استثناء منقطع ہے گو مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں۔ فرمان ہے ﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾ [1] الخ، تمہیں اور ہمارے رسول کو صرف اس بناء پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ خندقوں والوں کے قصے میں فرمایا ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ [2] یعنی دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب' مہربان' ذی احسان پر ایمان لائے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے ؎

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا	وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

خود رسول اللہ ﷺ بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور ((اَبَيْنَا)) کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ [3] پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین میں شر فساد مچ جاتا' ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں۔ مقاتل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں۔ بیع ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کنیسا ہیں۔ صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مراد گرجا ہیں۔ بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ۔ راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں یا انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد۔ فیھا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع' نصرانیوں کے بیع' یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں نام اللہ خوب لیا جاتا ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیت عمل صالح ہے وہ مسجدیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار رہے جیسے فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ

---

[1] [سورة الممتحنه: آیت ۱]
[2] [سورة البروج: آیت ۸]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة الخندق وھی الاحزاب (۴۱۰۶) صحیح مسلم: کتاب الجهاد: باب غزوة الاحزاب وھی الخندق (۱۸۰۳)]

﴿يَنْصُرْكُمْ﴾ [1] الخ، یعنی اے مسلمانو! اگر تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ کفار پر افسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں۔ پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا' عزت والا ہونا کہ سب اس کے ماتحت ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست سب اس کی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر سے اس کی مدد ہٹ جائے وہ مغلوب۔ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ﴾ [2] الخ، یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي﴾ [3] الخ' خدا کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول ﷺ غالب ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت و عزت والا ہے۔

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝٤١

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں' تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے ○

اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ ہم بے سب خارج از وطن کئے گئے تھے۔ پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی' ہم نے نماز و روزہ کی پابندی کی' بھلے احکام دیئے' برائی سے روکنا جاری کیا۔ پس یہ آیت میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں رضی اللہ عنہم۔ خلیفۂ رسول حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ﴾ [4] میں ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ عمدہ نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا۔ ہر نیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے۔

---

[1] [سورۃ محمد: آیت ۷۔۸]

[2] [الصافات: ۱۷۱۔۱۷۳]

[3] [المجادلہ: ۲۱]

[4] [النور: ۵۵]

وَ اِنۡ يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوۡمُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡيَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوۡسٰى فَاَمۡلَيۡتُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا وَهِىَ ظَالِمَةٌ فَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ﴿۴۶﴾

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد اور ثمود ○ اور قوم ابراہیم اور قوم لوط ○ اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ تو میں نے کافروں کو یونہی سی مہلت دی پھر انہیں دھر دبایا' پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ ○ بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنویں بے کار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں ○ کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی؟ جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کافر کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں ○

پیغمبر کو تسلی: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے کل انبیاء علیہم السلام کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ دلائل سامنے تھے' حق سامنے تھا لیکن منکروں نے مان کر نہ مانا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کر لیں۔ لیکن جب وہ نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخر کار میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے' دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے حکمرانی کے دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا پھر آپ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ﴾ تلاوت کی۔[1] پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں رسولوں کی تکذیب کی تھی' ہم نے غارت کر دیا۔ جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں' اوندھے گرے ہوئے ہیں' ان کی منزلیں ویران ہو گئیں' ان کی آبادیاں ویران ہو گئیں' ان کے کنویں خالی پڑے ہیں' جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں' ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے' جو بلند و بالا اور پختہ تھے وہ آج ویران پڑے ہیں' وہاں الو بول رہا ہے'

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر : باب و کذلك اخذ ربك اذا اخذ القری وھی ظالمة (٤٦٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر و الصلة : باب تحریم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه : کتاب الفتن : باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة هود (٣١١٠)]

ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی' ان کی خوبصورتی اور پائیداری بیکار ثابت ہوئی۔ رب کے عذاب نے تہس نہس کر دیا جیسے فرمان ہے ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [1] یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں۔ کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں یا کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی؟ امام ابن ابی دنیا کتاب **التفکر و الاعتبار** میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام! لوہے کی نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لیکر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر۔ اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اس کو قوی کر لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے۔ دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے' دنوں کے الٹ پھیر اسے سمجھا کر بیدار کر دے۔ گزشتہ واقعات سے اسے عبرتناک بنا۔ اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ۔ ان کے شہروں میں اور ان کی سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا۔ اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو۔ سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے برا اندھا پن دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں۔ دل کے اندھے پن کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سارہ اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں۔ اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور اپنے نفس کی برائی سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند۔ گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا پڑے گا۔ کیا امیر ہو کیا غریب ہو کیا شہری ہو یا دیہاتی۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۚ وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿٤٨﴾

عذاب کو تجھ سے جلدی طلب کر رہے ہیں اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالنے کا ہاں البتہ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی

---

[1] [سورۃ النساء: آیت ۷۸]

کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے ○ بہت سی ناانصافی کرنے والوں کی بستیوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخرش انہیں پکڑ لیا میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ○

کفار کی عذاب مانگنے میں عجلت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام سے فرما رہا ہے کہ یہ ملحد کفار اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے تجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان عذابوں کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے بھی کہتے تھے کہ الٰہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج۔ کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے۔ اللہ فرماتا ہے یاد رکھو اللہ کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے۔ اولیا اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور ہو کر رہنے والی ہے اصمعی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علا کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عمرو! کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے اسی وقت عذاب کی ایک آیت تلاوت کی اس پر آپ نے فرمایا کیا تو عجمی ہے؟ سن عرب میں وعد کا یعنی اچھی بات سے وعدہ خلافی کو برا فعل سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے ؎

فَـاِنِّـی وَاِنْ اَوْعَـدْتُّـهٗ اَوْ وَعَـدْتُّـهٗ　　　لَمُخْلِفٌ اِیْعَـادِیْ وَمُنْجِزٌ مَوْعِدِیْ

میں کسی کو سزا کا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں۔ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کے خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہرگز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا۔ الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں۔ لیکن رحمت و انعام کا وعدہ کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن اللہ کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دنوں کے برابر ہے بہ اعتبار اس کے حلم اور بردباری کے ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لئے عجلت کیا ہے؟ گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا۔ اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے۔ بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کسے ہوئے تھے، میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی۔ جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فقراء مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے۔ [1]

اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن

---

[1] [حسن صحیح: ترمذی: کتاب الزهد: باب ما جاء ان الفقراء المهاجرین (۲۳۵۳-۲۳۵٤) ابن ماجه: کتاب الزهد: باب منزلة الفقراء (٤١٢٢) نسائی فی السنن الکبری (١١٣٤٨) ابن حبان (٦٧٦) مسند احمد (٢/٢٩٦)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، التعلیق الرغیب (٤/٨٨)] حافظ زبیر علی زئی اسے حسن کہتے ہیں۔]

نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں تو یہی آیت سنائی۔ یعنی اللہ کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ابوداؤد کی کتاب الملاحم کے آخر میں حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور مؤخر رکھے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصے کا ہوا؟ آپ نے فرمایا پانچ سو سال کا۔ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا (ابن جریر)

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ [2] الخ' کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے' پھر اس کی طرف چڑھتا ہے۔ ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک نو مسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو۔ اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے ساتویں دن قیامت ہے اور ایک ایک دن مثل ہزار ہزار سالوں کے ہے پس چھ دن گزر گئے اور اب تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جو پورے دنوں میں ہو اور نہ جانے کب بچہ ہو جائے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اعلان کردے کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں ○ پس جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان ہی کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں ○

عذاب کا نزول اللہ کے ہاتھ میں: چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جا رہا ہے کہ لوگو! میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذابوں سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنا کر دوں' تمہارا احساب میرے ذمے نہیں۔ عذاب اللہ کے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے۔ مجھے کیا معلوم کہ تمہاری قسمت میں ہدایت ہے اور کون اللہ کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے چاہت

[1] [صحيح : ابو داؤد : كتاب الملاحم : باب قيام الساعة (٤٣٥٠) مسند احمد (١٤٦٧)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ امام مناویؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابو داود] جبکہ حافظ زبیر علی زئی اس کی سند کو ضعیف و منقطع کہتے ہیں۔]

[2] [سورة السجدة: آيت ٥]

اللہ کی ہی پوری ہونی ہے حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چراں کی مجال نہیں وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے کی ہے۔ جن کے دلوں میں یقین وایمان ہے اور اس کی شہادت انکے اعمال سے بھی ثابت ہے۔ انکے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدردانی کے قابل ہیں۔ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ جو لوگ اوروں کو بھی اللہ کی راہ سے' اطاعت رسول ﷺ سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں' سخت عذابوں اور تیز آگ کے ایندھن ہیں' اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو انکے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔ [1]

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا' پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ دانا اور باحکمت ہے ○ یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنادے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بے شک گنہگار لوگ دور دراز کی مخالفت میں ہیں ○ اور اس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کرلیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سراسر حق ہی ہے' پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل انکی طرف جھک جائیں' یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہے ○

وحی میں باطل کی آمیزش ممکن نہیں: یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبش یہ سمجھ بیٹھے کہ مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے واپس مکے آ گئے۔ لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے۔ کسی صحیح سند سے مروی نہیں' واللہ اعلم۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ شریف میں سورۂ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں پڑھ رہے تھے ﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ [2] تو شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ ڈالے کہ ((تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى)) پس مشرکین خوش ہو گئے کہ آج تو حضور ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۸۸]

[2] [سورۃ النجم: آیت ۱۹۔۲۰]

سے پہلے آپ نے کبھی نہیں کی ۔ چنانچہ ادھر حضور ﷺ نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گر پڑے اس پر یہ آیت اتری اسے ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے یہ مرسل ہے [1] مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ متصلاً مروی ہے صرف امیہ بن خالد ہی اسے وصل کرتے ہیں وہ مشہور ثقہ ہیں ۔ یہ صرف طریق کلبی سے ہی مروی ہے ۔ [2] ابن ابی حاتم نے اسے دوسندوں سے لیا ہے لیکن دونوں مرسل ہیں، ابن جریر میں بھی مرسل ہے ۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو اونگھ آ گئی اور شیطان نے آپ کی زبان پر ڈالا ((وَاِنَّ شَفَاعَتَهَا لَتُرْتَجٰى وَاِنَّهَا لَمَعَ الْغَرَانِيْقِ الْعُلٰى)) نکلوادیا ۔ مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلا دی ۔ اس پر یہ آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا ۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورۂ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود و نصاریٰ اور جو لوگ اس کے دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے ۔ اس وقت حضور ﷺ پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے ۔ آپ کو ان کی ہدایت کی لالچ تھی جب سورۂ نجم کی تلاوت آپ نے شروع کی اور ﴿ وَلَـــهُ الْاُنْثٰـى ﴾ [3] تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈال دیئے ((وَاِنَّهُنَّ لَهُنَّ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَهِيَ الَّتِي تُرْتَجٰى)) یہ شیطان کی مقفٰی عبارت تھی ۔ ہر مشرک کے دل میں یہ کلمے بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے سورۂ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین بھی سجدے میں گر پڑے ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لئے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اس کو اپنے ماتھے سے لگا لیا ۔ اب ہر ایک کو تعجب ہونے لگا کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے ۔ مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں، یقین نہیں، پھر ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں جھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل خوش ہو رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز میں آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے وہ تو سب کو اسی یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا ۔ شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی یہ بات پہنچی ۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اس پر سر ٹکا لیا ۔ مسلمان اب پورے امن

---

[1] [مرسل و ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۵۳۳۱)]

[2] [ضعیف : اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی ضعیف ہے ۔]

[3] [سورة النجم : آیت ۲۱]

اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکے پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیئے تھے یہ روایت مرسل ہے۔ بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی یہ روایت ہے امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں لیکن یہ سندیں مرسلات ہیں اور منقطعات ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں۔ پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کا ذمہ دار محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہوگئی۔ پھر بہت سے جواب دیئے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز۔ (1) واللہ اعلم۔ اور بھی اسی قسم کے بہت سے جواب متکلمین نے دیئے ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کا اپنا فرمان اس بات کا ثبوت ہے کہ شیطان کا تصرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناممکن ہے۔ مگر جب کہ وہ آرزو کرتا ہے الخ' اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ اس میں پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اس کی آرزو میں جب نبی بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول شامل کر دیتا ہے اس شیطان کے ڈالے ہوئے باطل کر کے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿تَمَنّٰى﴾ کا معنی ﴿قَالَ﴾ کے ہیں ﴿اُمْنِيَّتِهٖ﴾ کے معنی ﴿قِرَائَتِهٖ﴾ کے ہیں ﴿اِلَّآ اَمَانِيَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں۔ بغوی رحمہ اللہ اور اکثر مفسرین کہتے ہیں ﴿تَمَنّٰى﴾ کے معنی تلا کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے:

تَمَنّٰى كِتَابَ اللّٰهِ اَوَّلَ لَيْلَةٍ ۔۔۔ وَاٰخِرَهَا لَاقِي حِمَامَ الْمَقَادِرِ

یہاں بھی لفظ ﴿تَمَنّٰى﴾ پڑھنے کے معنی میں ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے۔ نسخ کے حقیقی معنی اختتام ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے اور مٹا دینے کے ہیں یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام بحکم الٰہی شیطان کی زیادتی کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے۔ کوئی مخفی بات بھی' کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں' وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ یہ اس لئے کہ جن کے دلوں میں شک' شرک' کفر اور نفاق ہے' ان کے لئے یہ فتنہ

---

(1) [امام ابن العربی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، امام شوکانی رحمہ اللہ، علامہ آلوسی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر متعدد کبار علماء و محققین کا اتفاق ہے کہ یہ قصہ باطل و بے بنیاد ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے "نصب المجانیق لنسف قصۃ الغرانیق" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ قصہ باطل ہے۔]

بن جائے۔ چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے۔ لہٰذا بیمار دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں۔ ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں۔ اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت صیانت اور نگہداشت ہے۔ کہ کسی جانب سے' کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ حکیم وحمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے پس انکے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں' جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایمانداروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم سمجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر بلند درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع

کافر اس وحی اللہ میں ہمیشہ شک شبہ ہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو خیر سے خالی ہے ○ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہو گی وہی ان میں فیصلے فرمائے گا' ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھرپور جنتوں میں ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو نہ مانا تھا ان کے لئے ذلیل کرنے والے عذاب ہی ہوں گے ○

کفار ہمیشہ شک میں رہیں گے: یعنی کافروں کو جو شک شبہ اللہ کی وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جائے گا۔ شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا۔ قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے۔ اس وقت یہ محض بے شعور ہوں گے جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں۔ جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ ہوں۔ یا انہیں بے خبر دن کا عذاب پہنچے جو دن ان کے لیے منحوس ثابت ہو گا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے۔ یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب اللہ کا دن تھا۔ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہو گی جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آیت میں ہے اس دن رحمٰن کا ہی ملک ہو گا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا۔ فیصلے خود اللہ کرے گا۔ جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان

رسول ﷺ کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی۔ جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں۔ جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا' جو حق کو جھٹلاتے تھے' نبیوں کے خلاف کرتے تھے' اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ﴾ (1) جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَ الَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوۡۤا اَوۡ مَاتُوۡا لَیَرۡزُقَنَّہُمُ اللّٰہُ رِزۡقًا
حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَہُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ﴿۵۸﴾ لَیُدۡخِلَنَّہُمۡ مُّدۡخَلًا یَّرۡضَوۡنَہٗ ؕ
وَ اِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیۡمٌ حَلِیۡمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِکَ ۚ وَ مَنۡ عَاقَبَ بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبَ بِہٖ
ثُمَّ بُغِیَ عَلَیۡہِ لَیَنۡصُرَنَّہُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ﴿۶۰﴾

اور جن لوگوں نے راہ اللہ میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بہترین روزیاں عطا فرمائے گا' اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے۔ بات یہی ہے' اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا' بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے ○

جنہیں اللہ بہترین رزق عطا فرمائیں گے: یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل وعیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر اللہ کی رضا مندی کے لئے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول ﷺ کی اور اس کے دین کی مدد کے لئے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا کے ساتھ اپنے بستر پر اسے موت آ جائے' اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنۡ یَّخۡرُجۡ مِنۡ بَیۡتِہٖ مُہَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ یُدۡرِکۡہُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ﴾ (2) یعنی جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے' پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے طے ہو چکا ہے۔ ان پر اللہ کا فضل ہوگا' انہیں جنت کی روزیاں ملیں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت ورزق اور جنت ملے گی۔ اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو' اپنی نعمتوں

---

(1) [سورۃ غافر: آیت ٦٠] (2) [سورۃ النساء: آیت ١٠٠]

کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وہ بڑے علم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت کو قبول کرتا ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ [1] خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی احادیث سے بھی۔ حضرت شرحبیل بن سمط فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص راہ اللہ کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر تم چاہو تو آیت ﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾ الخ' پڑھ لو۔ [2] حضرت ابو قبیل اور ربیعہ بن سیف معافری کہتے ہیں ہم روس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے۔ دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں آپ نے فرمایا واللہ! مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی مٹی میں سے۔ سنو! کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہئے جنت' جگہ اور عمدہ روزی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی۔ اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں پہنچا تا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسکے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہی ہے اور بے شک اللہ ہی

---

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ۱۶۹]

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳۶/۱۷)] آیت کے ذکر کے علاوہ یہ روایت دیکھئے: صحیح مسلم: کتاب الامارۃ: باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل (۱۹۱۳)]

اللہ تعالیٰ ہی مدبر الامور: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے' اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمان ہے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ [1] الخ' الٰہی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے' جسے چاہے در در سے بھیک منگائے' ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں' تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ دن کو رات میں' رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے۔ زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے۔ پس کبھی دن بڑے راتیں چھوٹی' کبھی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے۔ بندوں کی تمام باتیں اللہ سنتا ہے ان کی تمام حرکات وسکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کوئی اور نہیں۔ زبردست غلبے والا' بڑی شان والا وہی ہے' جو چاہتا ہے ہوتا ہے' جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے۔ ہر شخص اس کے سامنے فقیر' ہر ایک اس کے آگے عاجز۔ اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل' کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں' وہ بلندیوں والا' عظمتوں والا ہے۔ ہر چیز اس کے ماتحت' اس کے زیر حکم۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے سوا کوئی رب' نہ اس سے کوئی بڑا' نہ اس پر کوئی غالب۔ وہ تقدس کرنے والا' عزت وجلالت والا' ظالموں کی کہی ہوئی تمام فضول باتوں سے پاک' سب خوبیوں والا' تمام نقصانات سے دور۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ز فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ط اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ع ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ز ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا باخبر ہے ○ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے' اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں اور اس کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی' وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی پروانگی بغیر گر نہ پڑے' بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت ونرمی کرنے والا اور مہربان ہے ○ اسی نے تمہیں جلایا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر وہی تمہیں زندہ کر دے گا' کہ بے شک انسان البتہ ناشکرا ہے ○

[1] [سورۃ آل عمران: آیت ٢٦-٢٧]

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا بیان: اپنی عظیم الشان قدرت اور زبرست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں بادل لاتی ہیں جو پانی برساتے ہیں اور زمین لہلہاتی ہوئی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے۔ یہاں پر ((ف)) تعقیب کے لئے ہے ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے۔ نطفے کا علقہ ہونا پھر علقے کا مضغہ ہونا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی ((ف)) آئی ہے اور ہر صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاً سرخ و سبز ہو جاتی ہیں' فاللہ اعلم۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے اندر جو کچھ ہے' سب اللہ کے علم میں ہے۔ ایک ایک دانہ اس کی دانست میں ہے۔ پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اگ آتا ہے۔ جیسے حضرت لقمان رحمہ اللہ کے قول میں ہے کہ اے بچے! اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو۔ چاہے کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں' یا زمین میں اللہ اسے ضرور لائے گا' اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے (۱) ایک اور آیت میں ہے زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز کو اللہ ظاہر کر رہے گا۔ (۲) ایک آیت میں ہے' ہر پتے کے جھڑنے کا' ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر و خشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے۔ (۳) ایک اور آیت میں ہے کوئی ذرہ آسمان و زمین میں اللہ سے پوشیدہ نہیں' کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔ (۴) امیہ بن ابوصلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے ؎

وَقُوْلَا لَهُ مَنْ يُنْبِتُ الْحَبَّ فِي الثَّرىٰ ... فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْبَقْلُ يَهْتَزُّ رَابِيَا

وَيُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهُ فِي رُؤُسِهِ ... فَفِي ذَاكَ اٰيَاتٌ لِمَنْ كَانَ وَاعِيَا

''اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھومنے لگتا ہے اور اس کے سر پر بال نکل آتی ہے؟ عقل مند کے لئے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی نشانیاں موجود ہیں۔''

تمام کائنات کا مالک وہی ہے۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے۔ سب انسان اس کے غلام ہیں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ کل حیوانات' جمادات' کھیتیاں' باغات اس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں۔ آسمان و زمین کی چیزیں تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔ اس کا احسان و فضل و کرم ہے کہ اسی کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر ادھر لے جاتی ہیں۔ تمہارے مال و متاع ان کے ذریعے یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں۔ پانی کو چیرتی ہوئیں' موجوں کو کاٹتی ہوئیں بحکم الٰہی ہواؤں کے ساتھ تمہارے نفع کے لئے چل رہی ہیں۔ یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی ہیں۔ وہ خود آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ۔

انسانوں کے گناہوں کے باوجود اللہ ان پر رأفت و شفقت' بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے۔ جیسے فرمان ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ [1] الخ' لوگوں کے گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ

---

[1] [الرعد: ٦]

ان پر صاحب مغفرت ہے۔ ہاں بیشک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے۔ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، وہی تمہیں فنا کرے گا، وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ جیسے فرمایا ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ﴾ [1] الخ، تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا، پھر دوبارہ زندہ کردے گا۔ پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ایک اور آیت میں ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ [2] الخ، اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا۔ اور جگہ فرمایا "وہ کہیں گے اے اللہ تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ زندہ کیا" پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اللہ کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ دوسروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی، روزی دینے والا صرف وہی، مالک و مختار فقط وہی۔ تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہاری موت کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن۔ انسان بڑا ہی ناشکرا اور بے قدر ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى
رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾
اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا جسے وہ بجا لانے والے ہیں پس انہیں اس امر میں تجھ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیئے تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلا تارہ، یقیناً تو ٹھیک ہدایت پر ہی ہے ○ پھر بھی اگر یہ لوگ تجھ سے الجھنے لگیں تو تو کہہ دینا کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے ○ بیشک تمہارے سب کے اختلافات کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا ○

مناسک کا مفہوم: اصل میں عربی زبان میں منسک کا لفظی ترجمہ وہ جگہ ہے، جہاں انسان جانے آنے کی عادت ڈال لے۔ احکام حج کی بجا آوری کو اسی لئے ((مَنَاسِكَ)) کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ منقول ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لئے ہم نے شریعت مقرر کی ہے، اس امر یہ میں لوگ نہ لڑیں، سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان کے افعال کا تقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجا لانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ اللہ کی قدرت اور ارادے سے کر رہے ہیں ان کے جھگڑنے سے تو بددل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ۔ اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور اپنی ہدایت واستقامت پر مکمل یقین رکھ۔ یہی راستہ حق سے ملانے والا ہے، کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا ہے ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ﴾ [3] الخ، خبردار کہیں یہ لوگ تجھے اللہ کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی روک نہ دیں، اپنے

[1] [البقرہ: ۲۸] [2] [الجاثیہ: ۲۶] [3] [سورۃ القصص: آیت ۸۷]

رب کے راستے کی دعوت عام برابر دیتا رہ۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی حق قبول کرنے سے جائے تو اس سے کنارہ اختیار کیجئے اور کہہ دیجئے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دہرایا ہے ایک اور جگہ ہے کہ "اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں"۔ پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیئے کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر وہ تمہاری ادنیٰ سی ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم میں فیصلہ اللہ خود کر دے گا اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر ثابت قدم رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کر دے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کیا تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے ○

زمین وآسمان کی ہر چیز پروردگار کے علم میں: رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں۔ کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیر لکھی۔ [1] سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلمبند کر لیا۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت تک کا ہے۔ پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم الٰہی میں تھے اس نے لکھ لئے۔ پس اسی کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں۔ پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں ہونے والا ہے۔ اللہ کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا ہر فرماں بردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب القدر: باب حجاج آدم و موسیٰ علیهما السلام (۲۶۵۳)]

[2] [حسن: ترمذی: کتاب القدر: باب اعظام امر الایمان بالقدر (۲۱۵٤)، (۳۳۱۹) ابو داؤد: کتاب السنة: باب فی القدر (٤۷۰۰) بیهقی فی الاسماء والصفات (ص: ۳۷۸)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے حسن کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی]

کے اندر ہی اندر تھی اور یہ امر اللہ پر مشکل بھی نہ تھا۔ سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اللہ کے سوا انہیں پوج رہے ہیں، جس کی کوئی ربانی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں، ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ○ جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تو کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتا ہے، وہ تو قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں، کہہ دے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناخوشی کی خبر دوں؟ وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ○

کفار شیطان کے مقلد: بلا سند، بغیر دلیل کے اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ عبادت و بندگی کرنے والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ شیطانی تقلید اور باپ دادا کی دیکھا دیکھی کے سوا نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ﴾ [1] الخ، جو بھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے اللہ خود باز پرس کرلے گا ناممکن ہے کہ ایسے ظالم چھٹکارا پا جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ اللہ کے سوا کسی عذاب سے انہیں بچالے۔ ان پر اللہ کے پاک کلام کی آیتیں، صحیح دلیلیں، واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اللہ کی توحید، رسولوں کی اتباع کو صاف طور پر بیان کیا تو انہیں سخت غصہ آیا! ان کی شکلیں بدل گئیں، تیوریوں پر بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں، ایک لفظ حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں۔ اسی وقت گلا گھونٹ دیں، ان سچے خیر خواہوں کی، اللہ کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں۔ زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہو تو ہاتھ ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔ فرمان ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان اللہ کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری طرف اس دکھ کا وزن کرلو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر و انکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔ اب تم ہی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے؟ کس قدر ہولناک ہے؟ کس قدر ایذا دہندہ ہے؟ اور کتنی مشکل والی جگہ ہے؟ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے، جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔

---

[1] [سورۃ المومنون: آیت ۱۱۷]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سن تو لو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں' بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اس سے چھین نہیں سکتے' بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے ○ انہوں نے اللہ کے مرتبے کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں' اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے ○

باطل معبودوں کی کمزوری کا بیان: اللہ کے ماسوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں' رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں' ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل واقعہ کے مطابق بیان ہو رہی ہے ذرا توجہ سے سنو کہ ان کے تمام بت' بزرگ وغیرہ جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں' جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان الٰہی ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے۔ اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ' ایک مکھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنا دیں۔ [1] بخاری و مسلم میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دیں۔ [2] اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھینے چلی جارہی ہے' یہ بے بس ہیں' یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیز ہی واپس لے لیں بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور' بودا ضعیف ناتوان بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طلب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد اللہ کے سوا اور معبود۔ اللہ کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رچی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا اللہ کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے۔ جو مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہیں رکھتی جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ اللہ اپنی قدرت و قوت میں یکتا ہے تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں کسی ایک سے بھی مدد لئے بغیر سب کو

---

[1] [صحیح: مسند احمد (۲/۳۹۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۷۱۶۶)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب اللباس: باب نقض الصور (۵۹۵۳) و کتاب التوحید (۷۵۵۹) صحیح مسلم: کتاب اللباس: باب تحریم تصویر صورة الحیوان (۲۱۱۱)]

ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا' ابتدا اور اعادہ کرنے والا' رزق دینے والا' اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے' سب کچھ اس کے سامنے پست ہے' کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا' اس کے فرمان کو ٹالنے والا اور اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں' وہ واحد وقہار ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے' بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے' اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔

اللہ جسے چاہتا ہے پیغمبری کے لیے چنتا ہے: اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول ﷺ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے' مقرر کر لیتا ہے اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ بندوں کے سب اقوال سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ منصب نبوت کا مستحق کون ہے؟ جیسے فرمایا ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ [1] رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے؟ رسولوں کے آگ پیچھے کا اللہ کو علم ہے' کیا اس تک پہنچا' کیا اس نے پہنچایا' سب اس پر ظاہر و باہر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ [2] الخ' یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے اس کے آگے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہا سنا جاتا ہے اس پر خود گواہ ہے خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ [3] الخ' اے رسول ﷺ جو کچھ تیرے رب کی طرف سے اترا ہے' پہنچا دے اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا تیرا بچاؤ اللہ کے ذمے ہے' الخ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ
فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ
قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ
عَلَى النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ
مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

---

[1] [سورة الانعام: آیت ١٢٤] [2] [سورة الجن: آیت ٢٦-٢٨] [3] [سورة المائدة: آیت ٦٧]

اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○ اور راہ اللہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا اس کا حق ہے' اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی' دین تمہارے باپ ابراہیم کا' اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تا کہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم اور تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ' پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوتیں ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو' وہی تمہارا ولی اور مالک ہے' پس کیا ہی اچھا مالک ہے؟ اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے؟○

سورۂ حج کا دوسرا سجدہ: اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلے سجدے کی آیت کے موقعہ پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے۔ جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سورۂ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ پڑھے ہی نہیں"۔ [1] پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے۔

جہاد کی ترغیب: اپنے مال' جان اور اپنی زبان سے راہ اللہ میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو۔ جیسے حکم دیا ہے کہ اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے' اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے۔ اور امتوں پر تمہیں شرافت وکرامت و بزرگی عطا فرمائی۔ کامل رسول ﷺ اور کامل شریعت سے تمہیں آسان' سہل اور عمدہ بنا دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے' وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں۔ جنہیں تم بجا نہ لا سکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے۔ اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعت فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں۔ اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو' روبہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو۔ اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر نماز کا قیام بوجہ بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے' اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کر لے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میں یک طرفہ اور بالکل آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ [2] جب آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا تم خوشخبری سنانا' نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا' سختی نہ کرنا [3] اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

---

[1] [**ضعیف** : مسند احمد (۱۵۱/٤) ابوداؤد : کتاب سجود القرآن : باب تفریع ابواب السجود (۱٤۰۲) ترمذی : کتاب الصلوۃ : باب ما جآء فی السجدۃ فی الحج (۵۷۸) دارقطنی (٤۰۸/۱) مستدرک حاکم (۲۲۱/۱)] امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [بلوغ المرام (۷۰/۱)] شیخ البانیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود]

[2] [**اسنادہ ضعیف** : مسند احمد (۲٦٦/۵) طبرانی کبیر (۲۵۷/۸) ابن سعد فی الطبقات (۱۹۲/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۲۲۹۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن یزید الہانی ضعیف ہے۔]

[3] [**صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الجہاد : باب ما یکرہ التنازع والاختلاف فی الحرب (۳۰۳۸) صحیح مسلم : کتاب الجہاد : باب فی الامر بالتسییر وترک التنفیر (۱۷۳۳)]

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی و سختی نہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ملۃ کا نصب بہ نزع خفض ہے گویا اصل میں ((کَمِلَّةِ اَبِیْکُمْ)) تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ ((اِلْزَمُوْا)) کو محذوف مانا جائے اور ملۃ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہوجائے گا ﴿دِيْنًا قِيَمًا﴾ الخ' اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے' ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنادے۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا۔ تو ''پہلے سے'' کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب میں۔ یہی قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔ پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتایا جارہا ہے کہ یہ دین وہ ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارا ذکر میری سابقہ کتابوں میں بھی ہے۔

مدتوں سے انبیاء علیہم السلام کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آرہے ہیں۔ سابقہ کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں۔ پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا ہے۔ نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے (یعنی باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے) وہ جہنم کا ایندھن ہے''۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو؟ اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام رکھے ہیں انہی ناموں سے اپنے آپ کو منسوب کرو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پکارا کرو۔ یعنی مسلمین' مومنین اور عباد اللہ۔ [1] سورۂ بقرہ کی آیت ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا﴾ [2] الخ' کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اس لئے بنایا ہے اور اس لئے تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کردی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کریں گی کہ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے اللہ کا پیغام انہیں پہنچادیا ہے' وہ تبلیغ

---

[1] [صحیح: ترمذی: کتاب الامثال: باب ما جاء فی مثل الصلوٰۃ والصیام والصدقۃ (۲۸۷۳) مستدرک حاکم (۳۹۱/۳۱) صحیح ابن حبان (۶۲۳۳) مسند طیالسی (۱۱۶۱) مسند ابو یعلی (۱۵۷۱)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، المشکاۃ (۳۶۹۴) صحیح الجامع الصغیر (۱۷۲۴)] شیخ عبد الرزاق مہدی، مولانا مبشر احمد ربانی اور حافظ زبیر علی زئی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [البقرۃ: ۲۱]

کا فرض ادا کر چکے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ نے انہیں دین حق پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا اس بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس بارے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورۂ بقرہ کی سترھویں رکوع کی آیت ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا ﴾ [1] الخ، کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں اس لئے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہیں دیکھ لی جائے وہیں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے پھر فرماتا ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو اللہ کے فرائض تم پر ہیں انہیں شوق وخوشی سے بجالاؤ۔ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو جو کچھ اللہ نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس نہ پھٹکو۔ پس نماز جو خالص رب کی ہے۔ اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں۔ ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ۔ زکوٰۃ کے کل احکام سورۂ توبہ کی آیت زکوٰۃ ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ ﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔ وہیں دیکھ لئے جائیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھو، وہ تمہارا مولیٰ ہے، تمہارا حافظ ہے، ناصر ہے، تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے۔ وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں، سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے، تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے قوی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر۔ میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی فرما دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان میں سے بچا لوں گا۔ برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم! جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر وضبط سے کام لے، مجھ پر نگاہیں رکھ، میری مدد پر بھروسہ رکھ، میری امداد پر راضی رہ، یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین)۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ سورۂ حج کی تفسیر ختم ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ اللہ کے فضل وکرم سے سترھویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



---

[1] [البقرۃ: ۱۴۳]   [2] [التوبۃ: ۶۰]